عہد ملن اور تم

مصباح علی تارڑ

دادی کا مزاج آج صبح سے ہی بہت غضبناک تھا جس کی وجہ پینو (کام والی) تھی جس کی اس ہفتے میں آج تیسری چھٹی تھی۔

"کم بخت! پیسے تو مہینہ شروع ہوتے ہی لے لیتی ہے اور کام کرتے ہوئے جان جاتی ہے، پر اس میں اس کا بھی کوئی قصور نہیں جب اسے تنخواہ ایڈوانس میں مل جاتی ہے تو ایسے نخرا کرنا تو بنتا ہے، کتنی بار کہا ہے بہو اسے پیسے مہینہ پورا ہونے کے بعد دیا کرو مگر نا جی نا میرا کہا مانتے تو شان گھٹتی ہے بی بی کی۔" بولتے بولتے دادی کی توپوں کا رخ ہمیشہ کی طرح خدیجہ چچی کی طرف ہو گیا تھا، جو برآمدے کے دائیں طرف بنے کچن میں ناشتہ بنانے میں معروف تھیں دادی کی کڑوی کسیلی انہیں بھی سنائی دے رہی تھیں مگر ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی ان کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔

ناولٹ

"چچی! آپ دادی کی اتنی سخت باتوں کو اتنے آرام سے کیسے برداشت کر لیتی ہیں آپ کو غصہ نہیں آتا ان کی اتنی غلط باتوں پہ۔" دادی ناشتہ کر کے برآمدے میں بچھی چارپائی پہ جا کر لیٹ گئی تو زرین جو چچی کے قریب رنگیلے پایوں والے پیڑھے پہ بیٹھی ناشتہ کر رہی تھی پیڑھا چچی کے اور قریب گھسیٹتے ہوئے دبی ہوئی آواز میں پوچھا تھا۔

"ارے نہیں بچے غصہ کس بات کا کرنا، وہ میری بڑی ہیں، میں ان کی کسی بات کا برا نہیں مانتی اور ویسے بھی وہ مزاج کی تھوڑی سخت ہیں دل کی بری نہیں ہیں۔" چچی نے پراٹھا توے سے اتار کر اس پہ مکھن لگاتے کہا تھا، تو وہ بس ان کو دیکھتی رہ گئی تھیں، وہ سارا دن ساس کا برا بھلا ہنس کر برداشت کر لیتی تھیں، مجال ہے جو کبھی بھی ماتھے پہ بل آئے ہوں اور ایک اس کی مما تھیں

PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From
Paksociety.com

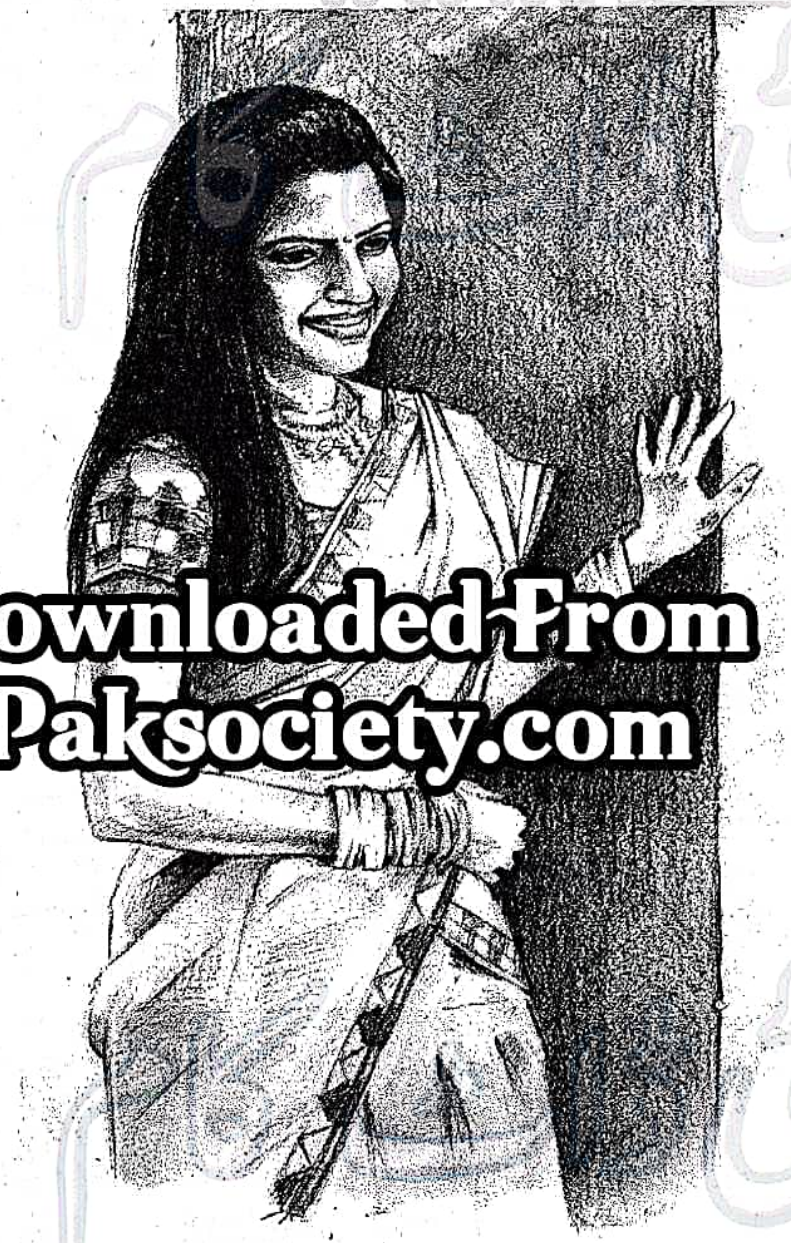

WWW.PAKSOCIETY.COM

عہد ملن اور تم

مصباح علی تارڑ

دادی کا مزاج آج صبح سے ہی بہت غضبناک تھا جس کی وجہ پینو (کام والی) تھی جس کی اس ہفتے میں آج تیسری چھٹی تھی۔

''کم بخت! پیسے تو مہینہ شروع ہوتے ہی لے لیتی ہے اور کام کرتے ہوئے جان جاتی ہے، پر اس میں اس کا بھی کوئی قصور نہیں جب اسے تنخواہ ایڈوانس میں مل جاتی ہے تو ایسے نخرا کرنا تو بنتا ہے، کتنی بار کہا ہے بہو اسے پیسے مہینہ پورا ہونے کے بعد دیا کرو مگر نا جی نا میرا کہا مانتے تو شان گھٹتی ہے بی بی کی۔'' بولتے بولتے دادی کی توپوں کا رخ ہمیشہ کی طرح خدیجہ چچی کی طرف ہو گیا تھا، جو برآمدے کے دائیں طرف بنے کچن میں ناشتہ بنانے میں مصروف تھیں دادی کی کڑوی کسیلی انہیں بھی سنائی دے رہی تھیں مگر ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی ان کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔

ناولٹ

''چچی! آپ دادی کی اتنی سخت باتوں کو اتنے آرام سے کیسے برداشت کر لیتی ہیں آپ کو غصہ نہیں آتا ان کی اتنی غلط باتوں پہ۔'' دادی ناشتہ کر کے برآمدے میں بچھی چارپائی پہ جا کر لیٹ گئی تو زرین جو چچی کے قریب رنگیلے پایوں والے پیڑھے پہ بیٹھی ناشتہ کر رہی تھی پیڑھا چچی کے اور قریب گھسیٹتے ہوئے دبی ہوئی آواز میں پوچھا تھا۔

''ارے نہیں بچے غصہ کس بات کا کرنا، وہ میری بڑی ہیں، میں ان کی کسی بات کا برا نہیں مانتی اور ویسے بھی وہ مزاج کی تھوڑی سخت ہیں دل کی بری نہیں ہیں۔'' چچی نے پراٹھا توے سے اتار کر اس پہ مکھن لگاتے کہا تھا، تو وہ بس ان کو دیکھتی رہ گئی تھیں، وہ سارا دن ساس کا برا بھلا ہنس کر برداشت کر لیتی تھیں، مجال ہے جو کبھی بھی ماتھے پہ بل آئے ہوں اور ایک اس کی مما تھیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

CamScanner

کبھی جو دادی سال دو سال بعد ان کے ہاں لاہور رہنے کے لئے آ جاتیں تو مما کی برداشت دو دن بعد ہی جواب دے جاتیں تیسرا دن دادی کو کبھی وہاں رہنا نصیب نہ ہوا تھا، کیونکہ مما کوئی بھی لحاظ کئے بغیر ان کو ڈرائیور کے ساتھ واپس گاؤں روانہ کر دیتیں تھیں، ابھی دو ماہ پہلے بھی تو ایسا ہی ہوا تھا ایک دن شام کو دادی وہاں پہنچی تھیں اور اگلے ہی دن کسی بات پہ مما کا ان سے زبردست جھگڑا ہوا تھا مما نے ہمیشہ کی طرح کسی کی بھی پرواہ کیے بغیر انہیں بے نقط سنا ڈالی تھیں، نتیجے کے طور پر اگلے دن شام کو دادی گاؤں میں تھیں، مہرین آپی، زین بھیا اور وہ خود کتنی بار مما سے اس بات پہ جھگڑا کر چکے تھے کہ وہ گھر ان کے بیٹے کا تھا، وہاں رہنے کا دادی کو بھی اتنا ہی حق تھا جتنا ان لوگوں کو، مگر مما بھی اپنے نام کی ایک تھیں مجال ہے جو اپنے رویے میں کوئی تبدیلی لائی ہوں، پچھلی بار بھی انہوں نے مہرین آپی کو جھاڑ کے رکھ دیا تھا۔

"تم لوگوں کا جو دل آئے کہو، مگر میں اس بڑھیا کو اپنے گھر میں برداشت نہیں کر سکتی، غضب خدا کا ہر چیز میں نقص، ہر بات پر اعتراض، سارے گھر کا سکون برباد کر دیتی ہے بڑھیا آ کر اور یہ چیز مجھے بالکل گوارا نہیں۔" مہرین آپی نے بہت تاسف سے مما کو دیکھا تھا، ہمیشہ کی طرح اب بھی دادی کے بارے میں بولتے وہ کہیں سے بھی پروفیسر صالحہ احمد نہیں لگ رہی تھیں، بلکہ ایک جاہل گنوار، ساس سے جھگڑنے والی روایتی عورت لگ رہی تھیں، مہرین کی متاسفانہ نظروں کا مفہوم جان کر مما کو کچھ اور تپ چڑھ گئی تھی بھی تو جل کر بولی تھیں۔

"یہ جو تم لوگوں کو دادی کی محبت کے مروڑ اٹھ رہے ہیں نا تو سن لو ذرا، بالکل بھی سگی نہیں ہے وہ بڑھیا تم لوگوں کی، ابھی کل ہی تمہارے خلاف کان بھر رہی تھی تمہارے پپا کے "وے منصورے تیری تے مت ماری گئی اے غیرت مر گئی اے تیری جو جوان جہان کڑی نوں منڈیاں نال پڑھنے پا دیتا ای۔" مما نے خالص دادی والے اسٹائل میں بولتے دادی کے لئے مہرین آپی کی ہمدردیوں کو تھوڑا کم کرنا چاہا تھا مگر اس میں انہیں حسب معمول ناکامی ہوئی تھی۔

"تو کیا ہوا مما وہ بزرگ ہیں تھوڑے پرانے خیالات کی مالک ہیں انہیں میرا یونیورسٹی میں پڑھنا اچھا نہیں لگا ہوگا تو پپا سے یہ بات کر دی ہوگی اور ویسے بھی پپا کون سا ان کے کہنے پر میرا یونیورسٹی جانا بند کرنے والے تھے جو آپ نے اتنا ہنگامہ کھڑا دیا ہے، خدیجہ چچی بھی تو ہیں نا جو اتنے سالوں سے دادی کے ساتھ رہ رہی ہیں، صبح و شام ان کا جلا کٹا سنتی ہیں ان دونوں میں تو کبھی جھگڑا نہیں ہوا اور اس میں سارا کمال چچی کا ہی ہے ورنہ دادی کو اعتراضات تو ان پہ بھی کم نہیں ہوتے، نقص تو وہ ان کے کاموں میں بھی نکالتی ہیں پر چچی ان کے ہر اعتراض کو ہنس کر جھیل لیتی ہیں اور ایک آپ ہیں دادی دو چار دن مہمان کے طور پر آتی ہیں اور آپ سے وہ بھی برداشت نہیں ہوتا وہ دو چار دن بھی کبھی انہیں ڈھنگ سے نہیں رہنے دیا۔" مہرین آپی تو مما کی اچھی بھلی کلاس لے کر وہاں سے واک آؤٹ کر گئیں تھیں اور مما نے اپنا سارا غصہ وہاں کھڑی زرین پہ اتارا تھا۔

"تم یہاں کھڑی کیا سن رہی ہو، دفعہ ہو جاؤ اپنے کمرے میں کتنی بار منع کیا ہے کہ بڑوں کی باتیں مت سنا کرو۔" وہ بھی مما کی ہی بیٹی تھی چپ رہنے والی تو نہ تھی بھی فوراً جواب دیا تھا۔

"مما پلیز اپنا غصہ صحیح جگہ پہ اتارا کریں اور

یہ کیا ہر وقت بڑے بڑے لگائے رکھتی ہیں میں بھی کوئی دودھ پیتی بچی نہیں ہوں نیکسٹ ائیر میں میڈیکل کالج میں جانے والی ہوں انشاء اللہ۔"

"ہوں، میڈیکل کالج۔" مما نے ہنکارا بھرتے کہا تھا۔

"ایڈمیشن سے پہلے دادی سے اجازت لے لینا کیونکہ میڈیکل کالج میں لڑکے بھی پڑھتے ہیں۔" مما طنزاً کہتے ہوئے اٹھ گئیں تو وہ تاسف سے انہیں جاتا دیکھتی رہی، دادی سے تو انہیں اللہ واسطے کا بیر تھا اور اسی وجہ سے دادی نے ان لوگوں سے بھی کبھی اتنا پیار نہ کیا تھا جتنا وہ چچا کے بچوں حسن بھائی اور حیا آپی سے کرتی تھی، کیونکہ یہ خالصتاً زرین کا خیال تھا۔

ان دونوں بہنوں کی ہر بات پہ دادی کو اعتراض ہوتا ان کے لمبے ناخنوں پہ ان کے بالوں کی کٹنگ پہ، ان کی ڈریسنگ پہ، البتہ زین بھیا سے ان کی محبت دیکھنے والی ہوتی تھی مہرین آپی سے ان کی پھر بھی کچھ بن جاتی تھی کیونکہ آپی ان کی کڑوی کسیلی چچی کی طرح ہنس کر ٹال جاتی تھیں کیونکہ وہ جانتیں تھیں کہ دادی ان لوگوں سے بھی اتنا ہی پیار کرتی ہیں جتنا چچا کے بچوں سے بھی تو ہر بار مما سے اتنی عزت افزائی کروا کے جانے کے باوجود کچھ عرصے بعد انہیں ملنے آ جاتیں تھیں اس لئے وہ چپ چاپ دادی کی باتوں کو مسکرا کر جھیل لیتیں مگر زرین سے دادی کے بے وجہ اعتراضات کم ہی برداشت ہوتے تھے، اس نے کبھی ان سے بدتمیزی تو نہ کی تھی مگر دادی کی باتوں پہ اس کے چہرے کے زاویے تن جاتے تھے، جس پہ دادی نے ایک بار اسے یہ بھی کہہ دیا تھا۔

"ایہہ کڑی مزاج دلوں بالکل اپنی ماں تے گئی اے۔" ان کی یہ بات سن کر زرین کا دل تو کیا تھا کہ کہہ دے۔

"ماں تے نہیں دادی تہاڈے تے۔" مگر وہ صرف دل میں ہی سوچ سکی تھی دادی کے منہ پہ کہہ کر اسے اپنی شامت نہیں بلوانی تھی، کیونکہ دادی تو پہلے بھی ان دونوں بہنوں سے اکثر ناراض رہتی تھیں اور اسی وجہ سے وہ بھی دادی سے دور دور ہی رہتی تھی، اسے بہت دکھ ہوتا تھا جب دادی چچا کے بچوں کے بارے میں مسکرا مسکرا کر بات کرتیں اور جب ان دونوں بہنوں کی کوئی بات آتی تو ان کے ماتھے کے بل نمایاں ہو جاتے دادی کے اس دوغلے پن کا ذکر اس نے ایک بار مہرین اپیا کے سامنے کر دیا تو جواباً انہوں نے اسے اچھی طرح جھاڑ کے رکھ دیا تھا۔

"کیونکہ وہ لوگ ان کے ساتھ رہتے ہیں ایک ہی گھر میں، ان کے ہاتھوں پلے بڑھے ہیں، دن رات وہ اور ان کے ماں باپ دادی کی خدمت کرتے ہیں جبکہ ہماری ماں نے شادی کے بعد ایک سال بھی نہ گزارا تھا وہاں ان کے ساتھ اور پپا کو لے کر وہاں آن بسی تھیں، سالوں ہم لوگوں کو کبھی وہاں جانے نہیں دیا، پپا بھی مہینوں بعد اپنی ماں سے ملنے چلے جاتیں تو مما کا بس نہیں چلتا کہ کسی طرح انہیں روک لیں اس بات پہ وہ کئی بار ہمارے سامنے پپا سے جھگڑا کر چکی ہیں اور جو بھی کبھار دادی بیٹے اور پوتے پوتیوں کی محبت میں یہاں آ جاتی ہیں تو انہیں جس طرح بے عزت کر کے یہاں سے نکالا جاتا ہے وہ سب تم سے پوشیدہ تو نہیں ہے، افسوس ہو رہا ہے مجھے تم پہ کہ دادی کا رویہ نظر آ گیا ہے مما کا دادی کے ساتھ سلوک نظر نہیں آتا تمہیں، دادی ہم سے نفرت کرتی ہیں یہ محسوس ہو گیا تمہیں مگر یہ خیال نہیں آیا کبھی تمہارے دل میں کہ ہر بار اس گھر سے ذلیل ہو کر نکلنے کے باوجود وہ پھر سے یہاں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

چلی آئی ہیں تو کس کی محبت انہیں کھینچ لاتی ہے، جبکہ پپا بھی مہینوں بعد ہی سہی ان کو خود جا کر مل آتے ہیں تو پھر آخر دادی یہاں کیوں بھاگی بھاگی چلی آتی ہیں، کبھی آنکھوں سے دادی کے لئے چھپائی بدگمانی کی پٹی اتار کر دیکھنا تو جواب مل جائے گا اور تمہیں، تمہارے دادی کے بارے میں جو خیالات ہیں ان پہ شرمندگی ہو گی۔'' آپی تو اسے لفظوں کی مار مارنے کے بعد وہاں سے جا چکی تھیں جبکہ زرین منصور احمد وہاں بیٹھی ان کی باتوں پہ غور کرتی رہ گئی، پھر اس کے بعد یہ ضرور ہوا تھا کہ اس کے دادی کے ساتھ تعلقات کسی حد تک دوستانہ ہو گئے تھے۔

☆☆☆

دو دن گاؤں میں رہ کر وہ واپس آنے لگی تھی جب دادی نے اسے گلے لگا کر پیار کرتے بھیگے لہجے میں کہا تھا۔

''توں کچھ دن ایتھے رک جاندی کڑیئے تینوں ایس گھر وچ ٹردیاں پھردیاں ویکھ کے دل نوں سکون ملدا وے۔'' دادی کی بات پہ خدیجہ چچی جو ان لوگوں کے لئے مکئی کا آٹا بڑے سے شاپر میں ڈال رہی تھیں کہ ہاتھ سست پڑ گئے تھے، دادی کی اس طرح کی باتوں کا مطلب زرین سمجھتی نہ سمجھتی خدیجہ چچی ساس کی اشارے کنائیوں میں سنائی گئی ان باتوں کا مفہوم اچھی طرح جانتی تھیں ساس کی اس طرح کی باتیں ہر بار ان کا سکون درہم برہم کر دیتی تھیں مگر ان کی اتنی جرأت نہ ہوتی تھی کہ پلٹ کر جواب دے سکیں، وہ ساس کا بہت احترام کرتی تھیں ان کی جلی کٹی کھلے دل سے برداشت کر لیتی تھیں ان کے شوہر نے شادی کی پہلی رات ہی ان کو یہ سبق اچھی طرح ذہن نشین کرا رہا تھا یہ کہتے ہوئے کہ اگر انہیں اپنے شوہر کی محبت اور توجہ حاصل کرنا ہے تو اپنی ساس کی کسی بات کا برا نہیں ماننا پلٹ کر انہیں جواب نہیں دینا کیونکہ اگر اس کی ماں اس سے خوش رہیں تو وہ بھی خوش ورنہ ان کی اس گھر اور شوہر کے دل میں کوئی جگہ نہ ہوتی، شوہر کی اس سرد لہجے میں دی جانے والی دھمکی کی وجہ سے وہ آج تک ساس کے سامنے بولنے کی ہمت نہ کر سکی تھیں ان کی غلط باتوں پہ بھی نہیں اور کرتی بھی کیسے کس کے مان پہ کیونکہ شوہر نے تو کبھی ہنس کر بات نہ کی تھی اور بیٹے کا بہو کے ساتھ ایسا رویہ دادی کو بہت سکون دیتا تھا، یہ ڈر اور خوف کہ یہ بہو بھی ان کے بیٹے کو ان سے چھین کر دور لے جائے گی ان کے اندر اس مضبوطی سے جڑ پکڑ چکا تھا کہ بعض اوقات وہ بہو سے بہت زیادتی کر جاتی تھیں۔

بغیر وجہ کے بیٹے کے سامنے وہ بہو کے ہر کام میں نقص نکالتی تا کہ ان کے بیٹے کا دل بیوی کی طرف سے کھٹا ہی رہے، یہی وجہ تھی کہ ان کا شوہر آج تک ان سے خوش نہ ہو سکا تھا، آج اتنے سالوں بعد جب ان کی اولاد بھی جوان ہو چکی تھی وہ شوہر کے دل میں وہ مقام بنانے میں ناکام رہی تھیں جو ان کا حق تھا، مگر وہ کبھی کوئی شکوہ زبان تک نہ لائی تھیں، مگر اس بات پہ وہ بہت خوش اور مطمئن تھی کہ ساس کا رویہ ان کے ساتھ جیسا بھی سہی مگر پوتے پوتی سے ان کی محبت مثالی تھی، مگر اب پچھلے کچھ عرصے سے ساس کے اندر سر اٹھاتی خواہشوں پہ وہ پریشان رہنے لگی تھیں ساس کے ارادے انہیں اندر تک ہلا دیتے تھے، زرین بھی تو اس ماں کی ہی بیٹی تھی جس نے اس گھر میں چند مہینے مشکل سے نکالے تھے تو پھر وہ کیسے یہاں رہ پائے گی شہری ماں کی وہ شہری بیٹی اندر ہی اندر انہیں زہر لگتی تھی جو کبھی کبھار باپ کے ساتھ دادی کو ملنے آنے لگی تھی، انہیں اس سے

نفرت سی ہونے لگی تھی مگر وہ اس نفرت کا اظہار نہیں کر سکتیں تھیں کہ وہ صرف دادی کی ہی نہیں ان کے شوہر کی بھی چہیتی تھی، دادی کے ارادے تو مہرین کو اس گھر میں بیاہ کے لانے کے تھے مگر جب صالحہ احمد نے مہرین کا رشتہ اپنے بھانجے سے کر دیا جو کینیڈا رہتا تھا تو جہاں دادی تھوڑی دکھی ہوئی تھیں وہیں خدیجہ نے سکون کا سانس لیا تھا کہ چلو بھلا ٹلی مگر اب زرین کے لئے ساس کے ارادے انہیں پھر سے پریشان کرنے لگے تھے۔

اب بھی ساس کی بات پہ ان کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا، ان کی نگاہیں خود بخود ہی کچھ فاصلے پہ کھڑے حسن ابراہیم پہ جا ٹھہری تھیں جس کی مسکراتی نگاہیں دادی کو گلے ملتی زرین منصور احمد کے گلابی چہرے کو فوکس کیے ہوئے تھیں، اس کے چہرے کی مسکراہٹ اور نگاہوں کا والہانہ پن اس بات کا غماز تھا کہ وہ بھی دادی کی بات کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا اور بیٹے کے چہرے پہ پھیلی مسکراہٹ اور آنکھوں سے ٹپکتے والہانہ پن نے خدیجہ چچی کو کچھ اور بے سکون کر گئے تھے، تبھی جلدی سے مکئی کے آٹے والا شاپر حسن کو پکڑاتے کہا تھا کہ اسے گاڑی میں رکھ آئے اور حسن کے وہاں سے ہٹنے پہ گہری سانس خارج کرتے سکون کا سانس لیا تھا، مگر رات کو جب اماں نے ابراہیم احمد سے پوچھا تھا کہ انہوں نے منصور احمد سے حسن اور زری کے رشتے کی بات کی ہے یا نہیں تو خدیجہ چچی جو پاس ہی موجود تھیں سانس روکے فق چہرے کے ساتھ شوہر کے کی طرف دیکھنے لگی تھیں، پھر ابراہیم احمد کا یہ جواب کہ۔

''اوہو! اماں آپ بھی نا بس ابھی تو وہ پڑھ رہی ہے، آپ کو کس بات کی جلدی ہے اور حسن کو جاب تو مل لینے دیں، پھر صرف بات ہی نہیں کروں گا بلکہ ہاں بھی کہلواؤں گا ابھی بات کی تو انکار ہی ہو گا، یاد ہے نا کہ صالحہ بھابھی نے مہرین کی بار بھی حسن کی جاب نہ ہونے کو بنیاد بناتے انکار کیا تھا۔'' بیٹے کی بات پہ دادی چپ کر گئی تھیں کیونکہ انہیں بھی صالحہ احمد کی وہ بات یاد آ گئی تھی۔

''خالی خولی ڈگریوں سے پیٹ نہیں بھرتا، کوئی روزگار بھی تو ہو اور کی کرنا ان ڈگریوں کا جنہیں حاصل کر کے بھی کھیتوں میں ہی کام کرنا ہو، جاب ہوتی تو ہم پھر بھی سوچتے۔'' صالحہ احمد نے تنفر سے سر جھٹکتے کہا تھا اور اب ان کی بات یاد آتے ہی دادی کو ابراہیم احمد کی بات درست لگی تھی تبھی دل ہی دل میں پوتے کی کامیابی کی دعا کرتی چپ ہو گئی تھیں اور دل ہی دل میں دعا تو خدیجہ چچی نے بھی کی تھی کہ اللہ کرے حسن کی جاب سے پہلے پہلے صالحہ زرین کا رشتہ بھی اپنے کسی بھانجے بھتیجے سے طے کر دے تو ان کی جان چھوٹے، اگلے دن انہوں نے شوہر اور ساس کے درمیان ہونے والی گفتگو جیا کو سنائی تو ایک لمحے کو وہ بھی چپ ہو گئی تھی، پھر یہ سوچ کہ بے شک زرین کی حسن کے ساتھ کافی دوستی تھی، وہ ان لوگوں سے بھی بہت اچھے طریقے سے ملتی تھی مگر جیا یہ بھی جانتی تھی کہ کبھی کبھار گاؤں آنے والا ہمیشہ کے لئے آنے میں بڑا فرق تھا اور زرین جیسی شہر میں رہنے والی ماڈرن لڑکی یہاں گاؤں کے ماحول میں ایک دو دن تو گزار سکتی تھی ساری زندگی نہیں، اس لئے اس کا خیال تھا کہ زرین اس رشتے کے لئے کبھی نہیں مانے گی کیونکہ ان کے ماحول اور یہاں گاؤں کے ماحول میں بہت فرق تھا اور اگر زرین مان بھی جاتی تو صالحہ تائی نے نہیں ماننا تھا اس بات کا جیا کو پورا یقین تھا مہرین

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کی دفعہ بھی تائی نے حسن کی جاب کو صرف بہانہ بنایا تھا، ورنہ اصل میں تو انہیں یہاں گاؤں میں اپنی بیٹی کی شادی کرنی ہی نہیں تھی اور اس لئے ہی جیانے یہ کہتے ہوئے ماں کو مطمئن کرنا چاہا تھا۔

''آپ پریشان نہ ہوں اماں، صالحہ تائی اس رشتے کے لئے کبھی نہیں مانیں گی آپ کو کیا لگتا ہے کہ اپنی نازوں پلی بیٹی کو وہ یہاں اس ماحول میں بیاہ دیں گی جس میں وہ خود ایک سال بھی نہ ٹکی تھیں، میرے خیال میں تو کبھی بھی نہیں۔''

''اللہ کرے ایسا ہی ہو ورنہ مجھے بہت ڈر لگتا ہے جیا، میرا تو ایک ہی بیٹا ہے تمہاری دادی نے تو منصور بھائی کی جدائی سہہ لی کہ ان کے پاس تمہارے ابا تھے، مگر میری تو کل کائنات ہی حسن ہے اگر وہ مجھ سے چھن گیا تو میں زندہ نہیں رہ سکوں گی اس کی دوری مجھ سے برداشت نہ ہو گی۔'' بولتے بولتے خدیجہ چچی کا گلا رندھ گیا تھا۔

اس بات سے بے خبر کہ ان ماں بیٹی کی باتیں سن کر باہر دروازے کے پاس کھڑا ان کا اکلوتا لخت جگر گویا پتھر کا ہو گیا تھا، تو زرین کے لئے اس کی ماں کے لہجے کا تلخ پن، اس کے ساتھ ماں کا کھینچا کھینچا رویہ اس وجہ سے تھا، وہ کچھ بے چین سا وہاں دروازے سے ہی واپس پلٹ گیا اور پھر صرف اسی دن ہی نہیں بلکہ اگلے کئی دن بھی ماں کی باتوں نے اس کو پریشان رکھا تھا۔

☆☆☆

ایف ایس سی کے ایگزامز کے بعد وہ فارغ ہوئی تو چند ہی دن میں سارا وقت گھر پہ اکیلے گزارتے بور ہو گئی تھی، زین بھائی اور پپا آفس چلے جاتے مما کالج مہرین آپی یونیورسٹی تو پیچھے وہ اکیلی بور ہو جاتی اور اسی بوریت سے تھک کر وہ اس دن اپنی بیسٹ فرینڈ الوینہ کے گھر چلی آئی تھی، وہ سارا دن الوینہ کے ہاں گزار کر شام کو جب واپس آئی تو سامنے چچا جان اور دادی کو دیکھ کر جو صوفے پہ بیٹھے پپا سے باتوں میں مصروف تھے اس کا دل باغوں باغ ہو گیا تھا، وہ لوگ حسن کو جاب ملنے کی خوشی میں مٹھائی دینے آئے تھے۔

وہ تقریباً دوڑتی ہوئی چچا کے گلے سے لگ گئی تھی، چچا جان نے بھی اس کے سر کو چومتے اسے ساتھ لگا لیا تھا اور جب انہوں نے اسے بتایا کہ سی ایس ایس کا امتحان پاس کرنے کے بعد حسن کو پولیس ڈیپارٹمنٹ میں جاب مل گی ہے تو خوشی کے مارے وہ ایک بار پھر سے چچا کے گلے میں بانہیں ڈال گئی تھی تو پپا چچا بھتیجی کی محبت کے ان مظاہروں پہ زیر لب مسکرا دیئے تھے، دادی تو پہلے بھی سال دو سال بعد پپا کے ساتھ آ جاتیں تھیں یہ الگ بات کہ انہیں کبھی دو دن سے زیادہ رہنا نصیب نہ ہوا تھا مگر چچا کو اس نے ہوش سنبھالنے کے بعد بہت کم یہاں آتے دیکھا تھا، شاید ایک دو بار اور ویسے بھی مما دادی اور چچا وغیرہ کا یہاں آنا پسند نہ کرتیں تھیں ان کی آمد پہ مما کے چہرے کے زاویے بگڑ جاتے تھے اور یہ چیز چچا اور ان کی فیملی نے بھی محسوس کر لی تھیں بھی چچا یا ان کی فیملی کے افراد کم ہی ان لوگوں کے ہاں آتے تھے چچی تو بہت سال پہلے جب مما کے بابا کی ڈیتھ ہوئی تھی تب آئیں تھیں اس کے بعد اتنے سال گزر گئے تھے مگر اس نے چچی کو اپنے گھر آتے نہ دیکھا تھا، حسن بھی بس ایک دو بار کچھ دیر کو ہی آیا تھا، جیا آپی تو ایک بار بھی نہ آئیں تھیں اور اب چچا جان کو ایک عرصے بعد اپنے گھر میں دیکھ کر اسے بہت زیادہ خوشی ہوئی

تھی اور اس سے بھی زیادہ خوشی کی بات اس کے لئے یہ تھی آج مما بھی نہ صرف وہاں ان لوگوں کے پاس بیٹھی تھیں بلکہ انتہائی خوشگوار موڈ میں چچا اور دادی سے باتوں میں مصروف تھیں وہ خوش ہونے کے ساتھ حیران بھی تھی کہ آج یہ معجزہ کیسے رونما ہو گیا تھا وہ کچھ دیر وہاں بیٹھ کر کچن میں چلی آئی تھی جہاں مہرین آپی کنیز کے ساتھ مل کر کھانا بنانے میں لگی ہوئی تھیں۔

''آپی مما کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا آج، ابھی کل ہی تو ان کا اور پپا کا زبردست جھگڑا ہوا تھا دادی کی کسی بات کو لے کر اور آج وہ ایسے.....'' مما کو کچن میں آتا دیکھ کر وہ ایکدم سے چپ کر گئی تھی۔

''مہر! میٹھے میں لذیزہ کھیر ضرور بنوانا تمہاری دادی کو پسند ہے اور ہاں پودینے کی چٹنی بھی بنانا تمہارے چچا کو سالن سے زیادہ چٹنی کے ساتھ روٹی کھانا پسند ہے۔'' مما تو مہرین کو ہدایت نامہ جاری کر کے کچن سے نکل گئی تھیں جبکہ وہ وہیں کھڑی حیرتوں کے سمندر میں بری طرح غوطہ زن تھی۔

''منہ تو بند کرو یار مکھی چلی جائے گی اندر۔'' آپی نے اس کا کندھا ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

''آئی کانٹ بلیو اٹ یار، ایسا کیسے ہو سکتا ہے کم از کم اس صدی میں تو ہرگز نہیں، بلیومی یار مجھ سے مما کا سسرالی رشتے داروں کے لئے اتنا پیار بالکل بھی ہضم نہیں ہو رہا۔'' اس نے مہرین آپی کی طرف مڑتے ہوئے کنیز کی موجودگی کے خیال سے قدرے آہستہ آواز میں کہا تھا، وہ واقعی ہی حیران تھی اور اس کی حیرانی زیادہ اس وجہ سے تھی کہ کہاں تو مما چچا اور دادی لوگوں کی شکل دیکھنے کی روادار نہ تھیں ان لوگوں کی موجودگی کی وجہ سے ہمیشہ ان کی طبیعت خراب ہونے لگتی تھی اور کہاں آج ان لوگوں کی پسند کی ڈشز بنوائی جا رہی تھیں اور پھر حیرت کا ایک اور شدید جھٹکا ان دونوں بہنوں کو تب لگا جب دو دن بعد پپا کے ساتھ مما کو بھی گاؤں جانے کے لئے تیار ہوتے دیکھا وہ چچی کو حسن بھائی کی جاب کی مبارکباد دینے جا رہی تھیں۔

''آپی یہ چچی کے ساتھ مما کے مراسم اتنے دوستانہ کب سے ہو گئے کہ مما ان تکلفات میں پڑ رہی ہیں۔'' اس نے آپی کے قریب ہو کر سرگوشی کی تھی جیسے مما نے بھی سن لیا تھا اور جواب میں اسے ایک غدر گھوری سے نواز کر گاڑی میں بیٹھ گئی تھیں۔

اور حیرانگی کا تیسرا جھٹکا اسے تب لگا جب کچھ دن بعد پپا گاؤں جانے کے لئے تیار ہو رہے تھے تو مما نے خود سے ہی اسے یہ کہتے ہوئے گاؤں جانے کی اجازت دی تھی۔

''گھر میں فارغ بیٹھ کہ جو سارا دن بور ہوتی رہتی ہو تو کچھ دنوں کے لئے گاؤں ہی چلی جاؤ، اس دن بھی تمہاری دادی کہہ رہی تھیں کہ زری کو ہی لے آنا تھا۔''

مما کی بات سن کر وہ فوراً تیار ہونے کو دوڑی تھی پارے خوشی کے اس کو یہ تک سوچنے کی مہلت نہ ملی تھی کہ مما تو اس کے گاؤں جانے کے سخت خلاف تھیں کبھی کبھار جو وہ پپا کے ساتھ چلی جاتی تو مما کا موڈ ہفتوں اس کے ساتھ انتہائی خراب رہتا کتنے کتنے دن تک وہ اس سے بات تک نہ کرتی تھیں اور مما کی اسی ناراضگی کو مدنظر رکھتے ہوئے مہرین آپی اور زین بھیا کبھی گاؤں جانے کا نام تک نہ لیتے تھے۔

ایک بس وہ ہی تھی جو پھر بھی سال میں ایک دو بار گاؤں کا چکر لگا لیتی اور پھر کتنے سارے دن مما کے عتاب کا نشانہ بنتی، مگر آج مما نے خود ہی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پوچھے بغیر گاؤں جانے اور وہ بھی کچھ دنوں کے لئے وہاں رہنے کی اجازت کیسے دے دی، یہ سب سوچنے کی فرصت اس کے پاس نہ تھی، وہ منٹوں میں تیار ہو کر پپا کے ساتھ گاؤں کے لئے روانہ ہو گئی تھی۔

☆☆☆

پاپا کے ساتھ اسے دیکھ کر دادی بہت خوش ہوئی تھیں اور جب اس نے انہیں بتایا کہ وہ کچھ دن ان کے پاس ہی رہے گی تو جہاں دادی کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا تھا وہیں اس کی بات پہ خدیجہ چچی نے بے حد سراسیمہ نگاہوں سے جیا کی طرف دیکھا تھا اس کی بات پہ پریشان تو جیا بھی ہو گئی تھی کہ چچی سے تو اپنے بچوں کا ایک دو دن کے لئے بھی وہاں رکنا برداشت نہ ہوتا تھا تو اب انہوں نے کیسے اسے یہاں آ کر رہنے کی اجازت دے دی تھی، اس لمحے جیا کو بھی اپنی ماں کے خدشات درست لگنے لگے تھے، حسن کو جاب ملنے پہ صالحہ تائی کا مبارکباد دینے آنا، ہر دوسرے دن فون پہ کتنی کتنی دیر دادی کا حال احوال دریافت کرنا اور اب زرین کو کچھ دنوں کے لئے یہاں رہنے کی اجازت دینا، صالحہ تائی کے بدلتے رویے نے اسے بھی پریشان کر دیا تھا جس بات کا اس کی مما کو ڈر تھا اگر واقعی میں ایسا ہو گیا تو وہ ماں بیٹی کیا کریں گی کیا وہ حسن کی دوری سہہ پائیں گی یہ ساری سوچیں جیا کا ذہن منتشر کر گئی تھیں اور انہی سوچوں کو لے کر اس بار اس کا رویہ زرین سے لیا دیا ہی تھا، مگر زرین کو تو گاؤں آ کر رہنے کی خوشی ہی اتنی تھی کہ اپنی اس خوشی میں اس نے جیا آپی اور خدیجہ چچی کے رویوں کے کھینچاؤ کو خاص فیل نہ کیا تھا حسن بھائی گھر پہ نہ تھے وہ اپنی جاب کے سلسلے لاہور میں تھے اس لئے ان سے اس کی ملاقات نہ ہو سکی تھی، پندرہ سولہ دن وہ گاؤں میں رہی تھی اور اس عرصے میں حسن کا ایک بار بھی گھر آنا نہیں ہوا تھا اور چچی جو پہلے بیٹے کی جدائی کا ایک ایک دن گن گن کر گزارتی تھیں زرین کی موجودگی میں حسن کے گھر نہ آنے پہ بہت مطمئن تھیں کیونکہ بیٹے کے دل کا حال ان سے چھپا ہوا نہ تھا، اسی لئے وہ چاہتی تھیں کہ حسن کا زرین سے سامنا نہ ہی ہو تو اچھا ہے اور جس دن وہ لاہور واپس آ رہی تھی انہوں نے دل ہی دل میں خدا کا لاکھ شکر کیا تھا۔

☆☆☆

اس کا رزلٹ آ گیا تھا وہ شاندار نمبروں سے پاس ہو گئی اسے بہت آسانی سے میڈیکل کالج میں داخلہ مل گیا تھا، میڈیکل کی ٹف سٹڈی کی وجہ سے کتنے مہینوں تک اس کا گاؤں جانا نہ ہوا تھا مگر ایک دن سنڈے کو جب پپا کافی صبح صبح گاؤں کے لئے نکل رہے تھے، تو وہ بھی ان کے ساتھ ہو لی کیونکہ پپا نے اسی دن شام کو واپس آ جانا تھا، اسی لئے اس نے سوچا کہ منڈے کو اس کی کالج سے چھٹی نہیں ہو گی ہمیشہ کی طرح اس بار بھی گاؤں جاتے وہ بہت خوش تھی اس بات سے بے خبر کہ آج کے بعد اسے گاؤں جانے کے نام سے بھی وحشت ہونے والی تھی اگر اسے خبر ہو جاتی تو وہ کبھی وہاں نہ جاتی۔

چچا اور دادی ہمیشہ کی طرح اس بار بھی بہت تپاک سے ملے تھے البتہ جیا آپی اور خدیجہ چچی رویے کا روکھا پن اس بار اس قدر واضح تھا کہ وہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکی تھی، چچی جو دادی کے ڈر کی وجہ سے پہلے اس سے ہنس کر گلے مل لیتی تھیں اس بار ان کے چہرے پہ مسکراہٹ کی رمق تک نہ تھی جیا بھی پہلے کی طرح اس بار اس کے ساتھ اتنا ہنس بول نہ رہی تھی، انہیں شام کو واپس آ جانا تھا مگر جوان لوگوں کے دور کے رشتے دار بھی تھے،

گاؤں میں پپا کے دوست کی ڈیتھ ہو گئی تو پپا اور چچا ادھر چلے گئے جس وجہ سے اس رات ان لوگوں کو ادھر ہی رہنا پڑ گیا، وہ دادی کے پاس اکیلے بیٹھے بیٹھے بور ہو گئی تھی تو اٹھ کر کچن میں چلی آئی جہاں جیا آپی اور چچی کے آج کام ہی ختم ہونے کا نام تک نہ لے رہے تھے، حالانکہ اس پہلے وہ جب بھی آتی جیا آپی اسے بھرپور کمپنی دیتی تھیں۔

''ارے زرین تم دادی کے پاس بیٹھو نا، ہم لوگ بھی بس فارغ ہو کر وہیں آ رہے ہیں۔'' اسے کچن میں داخل ہوتے دیکھ کر چچی نے کہا تھا۔

چچی کی بات پہ اس کے قدم کچن کے دروازے میں ہی رک گئے تھے مگر جیا آپی نے ماں کی گھوریوں کی پرواہ کیے بغیر پیڑھا آگے گھسیٹتے اسے بیٹھنے کو کہا تھا تو وہ چچی کے ماتھے کے بلوں کو بغور دیکھتی وہاں بیٹھ گئی یہ سوچتے کہ ہو سکتا ہے دادی کی کسی بات کی وجہ سے ان کا موڈ آف ہو۔

''چچی دیکھ لیں حسن بھائی لاہور میں ہوتے ہیں مگر وہ ایک بار بھی ہمارے گھر نہیں آئے اور دیکھیں میں کتنی بے وقوف ہوں جو آئے دن منہ اٹھا کر آپ لوگوں سے ملنے چلی آتی ہوں۔'' اس کے شکایتی انداز میں چچی سے کہنے پہ چچی کے لبوں پہ عجیب طنزیہ اور سرد سی مسکراہٹ آن ٹھہری تھی اور جب بولیں تو لہجہ مسکراہٹ سے بھی عجیب اور سرد سا تھا۔

''ارے نہیں بچے آپ کہاں بے وقوف ہو، آپ تو بہت سمجھدار ہو بلکہ ضرورت سے بھی کچھ زیادہ سمجھدار ہو۔'' چچی کے جواب پہ وہ کتنی ہی دیر وہاں بیٹھی ان کی اس بات کا مطلب اخذ کرتی رہی یہ کیسی بات کی تھی چچی نے، کچھ ایسا ضرور تھا

ان ماں بیٹی کے رویے میں جو اسے آج تب سے بہت شدت سے چبھ رہا تھا جب سے وہ آئی تھی، اگرچہ رویہ تو ان کا تب بھی لیا دیا سا ہی تھا جب وہ پچھلی بار یہاں کچھ دنوں کے لئے رہنے آئی تھی مگر اتنا نہیں تھا اس لئے وہ محسوس نہیں کر پائی تھی مگر اس بار ان کے رویوں کا سرد پن اتنی شدت لئے ہوئے تھا کہ بات بات پہ اسے محسوس ہو جاتا، وہ کچھ دیر وہاں بیٹھی دل ہی دل میں ان کے رویے کے سرد پن کے پیچھے چھپی وجہ تلاش کرنے کی کوشش کرتی رہی مگر بہت غور کرنے پہ بھی وہ وجہ سمجھ نہ پا رہی تھی، وہ دونوں ماں بیٹی وہاں اس کی موجودگی کو مکمل نظر انداز کیے آپس میں باتوں میں مشغول تھیں زرین کو اپنا وہاں بیٹھنا فضول لگنے لگا تو اٹھ کر دادی کے پاس آ گئی۔

☆☆☆

حسن کافی رات گئے گھر آیا تو کچن کی لائٹ جلتے دیکھ کر وہیں چلا آیا تھا جہاں اماں اور جیا بیٹھی باتوں میں مگن تھیں۔

''السلام علیکم! چچا جان کب آئے ہیں؟'' اس نے پیڑھے پہ بیٹھتے پوچھا تھا وہ نہ صرف چچا کی گاڑی باہر گلی میں کھڑی دیکھ آیا تھا بلکہ دادی کے کمرے سے آتی زرین کی آواز بھی سن چکا تھا، تبھی پوچھ بیٹھا تھا، مگر پوچھ کر پچھتا رہا تھا، کیونکہ سننے کو جواب ہی ایسا ملا تھا۔

''جس نے یہ بتا دیا ہے کہ وہ لوگ آئے ہوئے ہیں اس نے یہ نہیں بتایا کہ کب آئے ہیں۔'' خدیجہ چچی کی بات کا مفہوم وہ بہت اچھی طرح سمجھ گیا تھا تبھی اپنے اندر سر اٹھاتے طیش کو دباتے وہ وہاں سے اٹھ گیا تھا۔

''کھانا تو کھا لیں۔'' اسے اٹھتے دیکھ کر جیا جو اس کے سامنے پڑی ٹیبل پہ کھانا لگا رہی تھی نے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

فوراً کہا تھا۔

''بھوک نہیں ہے مجھے۔'' یہ کہتے وہ کچن سے نکل گیا تھا، مگر نکلتے نکلتے بھی اس کو پیچھے سے اماں کی بڑبڑاہٹ سنائی دے گئی تھی۔

''ہاں بھئی بھوک تو اڑ ہی جانی تھی اس کی آمد کا سن کر، ایویں ہی تو نہیں اتنی رات کو دوڑا دوڑا آیا۔'' اماں کی بات اس کے اندر ابلتے خون کے اشتعال کو کچھ اور بڑھا گئی، وہ تو خدا بخش چچا کے جنازے میں شرکت کے لئے آیا تھا ان کا جنازہ اگلے صبح آٹھ بجے تھا اور اس خیال سے کہ کہیں صبح وہ لیٹ نہ ہو جائے وہ رات کو ہی چلا آیا تھا، مگر اماں نے تو اس کی اتنی رات گئے آمد کو اپنے ہی انداز میں لیا تھا اور اور ان کے اندر تک کڑواہٹ گھل گئی تھی اور اپنے اندر کی ساری کڑواہٹ انہوں نے اس کے اندر منتقل کر دی تھی اور ایسا آج ہی نہیں ہوا تھا بلکہ جب سے صالحہ تائی نے فون پہ دادی سے زری کے ساتھ اس کی شادی کی خواہش ظاہر کی تھی اور دادی نے انہیں اور ابا کو چچی کے ہاں جا کر رشتہ مانگنے کو کہا تھا وہ دادی اور ابا کے سامنے تو کچھ بھی نہ بول سکیں تھیں مگر تب سے ان کا سارا غصہ بیٹے پہ اترنے لگا تھا، حالانکہ اس نے ابا کے سامنے صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ اسے زرین سے شادی نہیں کرنی اور اس کا انکار سن کر ابا کو گویا آگ ہی لگ گئی تھی اس دن سے ابا نے اس سے بات چیت بند کر رکھی تھی، وہ گھر میں ہوتا تو اس پہ نظر پڑتے ابا نفرت سے منہ موڑ لیتے، دادی کی آنکھیں بھی اسی پہ نظر پڑتے ہی بھیگنے لگتی اس نے ان کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش کو بری طرح رد کیا تھا، حسن ابراہیم کے لئے زرین منصور احمد کی ذات نے کتنی مشکلات کھڑی کر دی تھیں اس کی خبر زرین منصور احمد کے فرشتوں کو بھی نہ تھی۔

☆☆☆

زرین سے باتوں کے دوران دادی کی کب آنکھ لگی اسے پتہ ہی نہ چلا وہ تو جب اس کے کوئی بات پوچھنے پہ انہوں نے کافی دیر جواب نہیں دیا تو اس نے بھی اپنی بند آنکھوں کو کھول کر سامنے دیکھا تھا اور دادی کو سوتے دیکھ کر مسکرا دی تھی۔

دادی کی عادت تھی یونہی باتیں کرتے کرتے سو جاتیں، وہ مسکراتے ہوئے دادی پہ کمبل درست کر کے واش روم جانے کے ارادے سے باہر نکل آئی، اکثر دیہاتی گھروں کی طرح چچا جان کے گھر کا واش روم بھی گیٹ کے قریب بیرونی دیوار کے ساتھ بنا تھا، وہ ابھی برآمدے سے نکل کر باہر صحن میں آئی ہی تھی جب سامنے نظر پڑتے ہی اس کے قدم ایک دم رک گئے تھے، خوف کی ایک لہر پورے وجود میں سرائیت کر گئی تھی کیونکہ سامنے واش روم کی بیرونی دیوار کے ساتھ لگے بیسن کے پاس اسے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا، صحن کی لائٹ بند ہونے باوجود وہ یہ جان گئی تھی کہ وہ کوئی مرد تھا، کیونکہ برآمدے میں جلتے بلب کی کچھ کچھ روشنی دور بنے واش روم تک آ رہی تھی، چچا جان اور پپا تو فوتگی والے گھر میں تھے حسن بھائی بھی گھر پہ نہ تھے تو پھر وہ کون تھا کیا کوئی چور، چچی لوگوں کو بتانے کے ارادے سے وہ تیزی سے پلٹنے لگی تھی جب بیسن پہ جھکا شخص سیدھا ہوتے ہوئے مڑا تھا اور اسی پل زرین منصور احمد کے دل کی دھڑکن جو چند لمحے قبل خوف کی وجہ سے بڑھ گئی تھی معمول پہ آنے لگی تھی وہ خوش کن احساسات میں گری وہاں کھڑی یہ سوچ رہی تھی کہ حسن بھائی کب آئے، آپی نے تو بتایا تھا کہ اس سنڈے انہیں نہیں آنا تھا، وہ چلتا ہوا اس کے قریب آ گیا تھا، تو اس نے اپنی اس سوچ کا اظہار اس کے سامنے بھی کر دیا۔

''السلام علیکم! حسن بھائی آپ کب آئے، مجھے تو پتہ چلا تھا کہ آج آپ نے نہیں آنا۔'' اتنے عرصے بعد حسن کو دیکھ کر جو خوشی اسے محسوس ہوئی تھی اس نے اس کا اظہار بھی کر دیا اور حسن ابراہیم جو کچھ دیر قبل ماں کی باتوں کی وجہ سے ابھی تک جل بھن رہا تھا اب اسے اپنے سامنے پا کر اس کا دل کیا تھا کہ سامنے موجود لڑکی کو اٹھا کر گھر سے باہر پھینک دے، اس کی وجہ سے اس کی زندگی عذاب بن گئی تھی، کیوں آ جاتی تھی وہ ان لوگوں کی پرسکون زندگی میں ہلچل مچانے اس کے دل کی بستی کا سکون تو پہلے ہی چھین چکی تھی اب اور کیا چاہیے تھا اسے۔

''ابھی کچھ دیر پہلے ہی آیا ہوں۔'' خود پہ کنٹرول کرتا وہ اس کی طرف دیکھے بغیر آہستہ سے جواب دے کر آگے بڑھ گیا تو زرین نے بھی واش روم کی سمت قدم بڑھا دیے، واش روم سے آنے کے بعد وہ دادی کے کمرے میں جانے کی بجائے حسن بھائی کے کمرے میں چلی آئی آہستہ سے دستک دے کر جب وہ اندر داخل ہوئی تو وہ جو لیٹ کر خود پہ کمبل پھیلا رہا تھا اسے اندر آتے دیکھ کر ناگواری کی شدید لہر نے اس کے اندر سر اٹھایا تھا اس سوچ کے ساتھ کہ اگر اماں یا چیا میں سے کسی نے رات کے اس پہر احسن کو اس کمرے میں دیکھ لیا تو اماں جو آج کل ویسے ہی اس سے ناراض تھیں اور بدگمان ہو جاتیں اور یہ چیز اس کو بالکل گوارا نہ تھی۔

''تم اس وقت کیا کرنے آئی ہو؟'' اس نے بیڈ سے اترتے ہوئے قدرے خشک لہجے میں پوچھا تھا مگر وہ جو اس وقت اس سے اس بات پہ لڑنے کے لئے آئی تھی کہ وہ لاہور میں ہوتے ہوئے بھی ان لوگوں کے گھر کبھی نہیں آتا، نے اس کے لہجے کے خشک انداز کو نوٹ نہ کر سکی تبھی تو آگے بڑھتے اپنی ناراضگی کا اظہار کر گئی۔

''حسن بھائی میں آپ سے بہت ناراض ہوں آپ لاہور میں ہوتے ہیں اور ہمارے گھر کبھی نہیں آئے۔'' اس کی بات پہ حسن ابراہیم کچھ پل اس کی طرف دیکھے گیا جو دونوں بازو سینے پہ لپیٹے کچھ ناراض ناراض دکھائی دی تھی، کچھ پل اس کی سمت دیکھنے کے بعد وہ کافی سرد لہجے میں گویا ہوا تھا۔

''اچھا چلو کوئی بات نہیں اس بات سے کیا فرق پڑتا ہے کہ میں تمہارے گھر نہیں آتا تم جو چلی آتی ہو آئے دن منہ اٹھا کے مجھے ملنے۔'' اس کے لہجے سے برستی آگ کی تپش اس قدر زیادہ تھی کہ زرین منصور احمد دیکھتی رہ گئی تھی کہ اس کا وہ کزن جو ہمیشہ اس سے بہت اچھے طریقے سے ملتا تھا آج کیسے اور کیا بات کر رہا تھا، اپنی بات پہ زرین کے چہرے کے بدلتے رنگوں کو نوٹ کرتے وہ درمیانی فاصلہ کچھ اور کم کرتے عین اس کے مقابل آ کھڑا ہوا تھا۔

''ویسے سچ سچ بتاؤ خود سے آتی ہو یا تمہاری ڈیئر مما جان کا پلان ہے تمہیں آئے دن یہاں بھیجنا۔'' اسے اپنی تند نظروں کے حصار میں لئے اس نے دریافت کیا تھا تو لہجہ لفظوں سے بھی زیادہ درشت تھا۔

''جی۔'' وہ ناسمجھی سے اس کی سمت دیکھے گئی، وہ کس پلان کی بات کر رہا تھا اس کے کچھ بھی پلے نہ پڑا تھا۔

''اگر تو مما جان بھیجتی ہیں تو انہیں کہنا کہ جس مقصد سے وہ تمہیں یہاں بھیجتی ہیں وہ کبھی پورا نہیں ہو گا کبھی بھی نہیں۔'' شعلے اگلتی نگاہیں اس کے چہرے پہ ٹکائے وہ بولا تھا، زرین نے کچھ کہنے کو منہ کھولا ہی تھا جب انگلی اٹھاتے یہ

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY
CamScanner

کہتے اسے چپ کرا گیا تھا۔

''ایک منٹ ابھی میری بات مکمل نہیں ہوئی۔'' اور پھر اسی تند لہجے میں مزید بولا تھا۔

''اپنی مما جان کو میرا ایک پیغام دینا کہ اس گھر کا ایک بیٹا چھین کر ان کا دل نہیں بھرا جواب دوسرے کے پیچھے تمہیں لگا دیا ہے۔''

''حسن بھائی یہ..... یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔'' وہ تقریباً رو دینے کو تھیں۔

''میری باتیں اچھی طرح سمجھ آ رہی ہیں تمہیں اور اگر نہیں بھی آ رہی تو جا کر اپنی مما کو بتانا وہ ضرور سمجھ جائیں گی، انہیں کہنا کہ اپنا اور تمہارا ٹائم مت ویسٹ کریں کیونکہ یہاں سے اب انہیں کچھ نہیں ملنے والا۔'' ہاتھ کے اشارے سے اسے باہر کا راستہ دکھاتا وہ شعلے برساتے لہجے میں کہہ گیا تھا، وہ ساکت ٹھہری بل بل آنسو بہا رہی تھی، حسن کے وہاں سے جانے کے اشارے کے باوجود وہ ایک قدم نہ ہلی تھی۔

''اور ہاں ایک بات اور اپنی مما سے کہنا کہ ہر مرد منصور احمد نہیں ہوتا، خوبصورت چہرے اور دل لبھانے والی اداؤں پہ فدا ہونے والا، میں حسن ہوں حسن ابراہیم جس کی ماں آج تک اس نفرت کی فصل کاٹ رہی ہے جس کا بیج تمہاری مما نے بویا تھا دادی کے دل میں، تو پھر انہوں نے کیسے سوچ لیا کہ میں ان کی بیٹی کے حسن اور اداؤں کے جال میں پھنس کر ان کے پلان کو کامیابی سے ہمکنار کروں گا، کیا سوچ کر انہوں نے میری اور تمہاری شادی کی بات کی ہے۔''

اسے بازو سے پکڑ اپنے کمرے باہر دھکا دیتے ہوئے اس نے کہا تھا اور زور سے دروازہ بند کر دیا یہ دیکھتے ہوئے بھی اس کے دھکا دینے سے وہ برآمدے کے سخت ٹھنڈے فرش پر بری طرح گری تھی وہ تو دروازہ بند کر چکا تھا، مگر وہ کتنی ہی دیر تک ٹھنڈے فرش پہ بیٹھی گھٹنوں میں سر دیے آنسو بہاتی رہی تھی پتہ نہیں کتنا ٹائم گزر گیا تھا جب گیٹ پہ پپا اور چچا کی آواز سنائی دی تھی تو وہ جو ہوش و حواس سے بیگانہ ٹھنڈے فرش پہ بیٹھی تھی آنسو پونچھتے تیزی سے اٹھ کر دادی کے کمرے میں آ گئی تھی صبح تک وہ بخار میں تپ رہی تھی، واپسی پہ گاڑی میں سارا راستہ وہ بالکل خاموش تھی پپا نے ایک دو بار اس کی خاموشی کی وجہ دریافت کی تو اس نے بخار اور سر درد کا بہانہ بنا دیا جس پہ پپا مطمئن ہو گئے تھے کہ بخار تو اسے واقعی تھا، سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے بند آنکھوں سے وہ اندر ہی اندر آنسو بہانے میں مگن تھی آج سب کچھ واضح ہو گیا تھا تو وہ خود سے بھی نظر ملانے کے قابل نہ رہی تھی تو مما اس لئے اب اسے گاؤں بھیجنے پہ اتنی آسانی سے راضی ہو جاتیں تھیں، جیا آپی اور چچی کے رویے کا سرد پن اب اس پہ اچھی طرح واضح ہو گیا تھا، حسن ابراہیم نے تو لفظوں کے کوڑے برسا برسا کر اپنے اندر کی بھڑاس نکال لی تھی یہ جانے بغیر کہ اس نے زرین منصور احمد کو جیتے جی مار دیا تھا، کہیں کا نہ چھوڑا تھا، اسے اس سے ہی نگاہ ملانے کے قابل نہ چھوڑا تھا۔

اس کا کہنا کہ وہ اس کو اپنی زلفوں کے جال میں پھانسنے کے لئے بار بار گاؤں آتی رہی ہے زرین کے اندر باہر آگ لگا گیا تھا یہ ٹھیک تھا کہ حسن ابراہیم کا اس کے دل میں ایک خاص مقام تھا، اس کے دل کی دھڑکنوں میں بستا تھا وہ شخص، مگر اس نے کسی پلان کے تحت نہیں کی تھی محبت اس شخص سے، اسے تو خود خبر نہیں ہوئی تھی کہ کب کیسے وہ اس کے دل کے سارے در وا کرتا اندر تک چلا گیا تھا اس کے دل میں اونچی مسند پہ براجمان تھا وہ شخص مگر آج اس نے زرین احمد کو

بہت پستی، بہت گہرائی میں لا پھینکا تھا کہ وہ ذلت کے اس احساس سے نکل ہی نہ پا رہی تھی جس سے اس نے اسے دوچار کر دیا تھا، حالانکہ وہ تو محبت کی ان راہوں کی مسافر تب بنی تھی جب اس نے حسن ابراہیم کی لائٹ براؤن آنکھوں میں اپنے لئے پسندیدگی کے بہت واضح رنگ دیکھے تھے اور وہی رنگ دیکھ کر تو خدیجہ چچی بھی خوفزدہ ہو گئی تھیں اور اتنی خوفزدہ ہوتیں تھیں کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو اپنی آنکھوں سے زرین منصور احمد کی محبت کے رنگ نوچ کر پھینکنے پہ مجبور کر دیا تھا اور اتنا مجبور کر دیا تھا کہ وہ اپنے ساتھ ساتھ زرین کی دل سے بھی سارے احساسات مٹا گیا تھا، وہ خالی آنکھیں خالی دل لئے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

☆☆☆

اسے گاؤں سے آئے ابھی کچھ دن ہی ہوئے تھے جب دادی اور چچا حسن کے لئے اس کا رشتہ مانگنے آئے تھے۔

صالحہ بیگم کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ فوراً ہاں کہہ دیں مگر منصور احمد نے ان سے کچھ ٹائم مانگا تھا یہ کہتے ہوئے کہ وہ پہلے زرین سے بات کریں گے پھر کوئی فیصلہ کریں گے اگرچہ ان کی اس بات پہ جہاں دادی کو اعتراض ہوا تھا وہیں مما بھی جز بز ہوئیں تھیں، مگر وہ منصور احمد تھے جنہوں نے اگر ساری زندگی بیوی سے بے پناہ محبت کی تھی تو بچوں میں ان کی جان تھی، دادی اور چچا اس رات وہیں رک گئے تھے اور رات کو جب پپا نے اسے اپنے کمرے میں بلا کر اس کو دادی اور چچا کی آمد کی وجہ سے آگاہ کرتے اس کی مرضی دریافت کی تھی تو پپا کی بات پہ زرین منصور احمد کو کتنے ہی پل لگے تھے خود کو سنبھالنے میں۔

''آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا بچے۔'' پپا کی بات پہ وہ ایکدم سے حواسوں میں لوٹی تھی اور جلدی سے سر کو نفی میں ہلا گئی تھی کیونکہ حلق میں پھنسے نمکین گولے نے بولنے کے قابل تو نہ چھوڑا تھا۔

''دیکھو بچے میں آپ کو کسی بات کے لئے مجبور نہیں کروں گا اگر ایسا ہوتا تو آپ سے پوچھے بغیر ہاں کہہ دیتا مگر ایک بات ضرور کہوں گا، حسن بہت اچھا لڑکا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ میری ماں کی خواہش ہے مگر خیر کوئی بات نہیں، آپ کا دل نہیں مانتا تو میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔'' پپا کی بات پہ اپنی آنکھوں میں تیرتی نمی کو اندر دھکیلتے وہ بمشکل اٹھ کر اپنے کمرے میں آئی تھی، پپا نے چچا لوگوں کو انکار کر دیا تھا اور جب اس بات کی خبر ان لوگوں کی گاؤں واپسی پہ خدیجہ چچی کو ہوئی تھی تو جہاں انہیں بہت خوشی محسوس ہوئی تھی وہیں یہ جان کر وہ حیرتوں کے سمندر میں گر گئی تھیں کہ اسے رشتے سے انکار صالحہ احمد یا منصور احمد نے نہیں بلکہ زرین منصور احمد نے کیا تھا، کتنے ہی پل لگے تھے انہیں یقین کرنے میں مگر پھر یہ سوچ کر کہ انکار چاہے جس نے بھی کیا ہو انہیں اس سے کیا انہیں تو بس اپنے بیٹے کی شادی صالحہ احمد کی بیٹی سے نہیں کرنا تھی اور زرین کے انکار کے بعد اب ایسا ہونا ممکن نہ تھا۔

☆☆☆

اس کے انکار نے مما کو اتنا ناراض کیا تھا کہ مارے غصے کے انہوں نے کتنے ہی دن اس سے بات نہ کی تھی، البتہ آپی نے اسے سمجھانا چاہا تھا تو وہ غصے سے پھٹ پڑی تھی۔

''کیوں آپی، وہ حسن ابراہیم جو ایک بیٹی کے لئے مما پپا کو قبول نہ تھا وہ آج دوسری کے لئے کیسے قابل قبول ہو گیا، میرے انکار پہ مما کو اتنا غصہ کیوں ہے جبکہ وہ اس سے پہلے آپ کے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لئے اسے خود کو ریجیکٹ کر چلی ہیں۔"

مہرین بس اس کو دیکھ کر رہ گئی کیونکہ اپنی ماں کی مادہ پرستی سے وہ اچھی طرح واقف تھیں اس کی بار جب انہوں نے حسن ابراہیم کو ریجیکٹ کیا تھا تو تب وہ صرف حسن ابراہیم تھا جبکہ آج وہ ایس پی حسن ابراہیم تھا جس کے پاس لاہور جیسے شہر میں گھر، گاڑی، نوکر سب کچھ موجود تھا تو پھر اتنی اچھی آسامی ہاتھ سے جانے پہ مما ناراض کیسے نہ ہوتیں مہرین کی بار جب انہوں نے حسن کو ریجیکٹ کیا تھا تو مہرین کو اس بات سے کوئی فرق نہ پڑا تھا، کیونکہ اسے حسن ابراہیم کی ذات سے کوئی دلچسپی نہ تھی مگر زرین کے انکار پہ جہاں اسے بہت دکھ بھی ہوا وہی اس کا انکار اسے حیرت میں بھی مبتلا کر گیا تھا کہ وہ تو اس شخص کی دیوانی تھی اس کی ذات سے بہت متاثر تھی، زرین کے دل میں موجود حسن ابراہیم کی محبت مہرین آپی سے چھپی نہ تھی کیونکہ حسن کے نام پہ زرین کے گلابی گالوں کی لالی کچھ اور بڑھ جاتی تھی اب ایسا کیا ہوا تھا کہ وہ اس سے شادی سے انکار کر گئی تھی۔

کچھ دنوں تک مما اس سے ناراض رہی تھیں مگر آہستہ آہستہ ان کا رویہ اس کے ساتھ ٹھیک ہو گیا تھا، اس نے سارا دھیان اپنی سٹڈی پہ لگا لیا تھا لیکن پھر بھی کبھار بہت شدت سے وہ آگ برساتا لہجہ اس کے کانوں میں گونجتا تو اس کے تن من کو خاک کر جاتا پھر بہت دقتوں سے وہ خود کو سنبھال پاتی اور اسی جلنے، سنبھلنے اور بہلنے کے اس عمل میں بہت سا وقت گزر گیا۔

وہ میڈیکل کے آخری سال میں آ گئی تھی اس دوران مہرین بیاہ کر جواد کے ساتھ کینیڈا چلی گئی تھی چچا نے بھی جیا آپی کی شادی کر دی تھی اور حسن کی منگنی چچی کی بھانجی سے ہو گئی تھی جیا کی شادی پہ پپا نے اسے بھی ساتھ چلنے کو کہا تھا مگر اس نے سٹڈی کا بہانہ بنا کر انکار کر دیا، وہ کیسے جا سکتی تھی وہاں کس طرح سامنا کرتی اس شخص کا جس کے لئے اس کے دل میں اب صرف نفرت ہی نفرت تھی۔

☆☆☆

اس کے میڈیکل کے آخری سال میں آتے ہی مما نے اس کے لئے رشتے تلاش کرنا شروع کر دیے تھے ان کا ارادہ اس کا تعلیمی سلسلہ ختم ہوتے ہی اس کی شادی کرنے کا تھا، مگر قدرت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا جب ایک دن اچانک پپا ان لوگوں کو چھوڑ کر ابدی نیند سو گئے تھے، وہ رات کو بالکل ٹھیک سوئے تھے مگر صبح اٹھنا انہیں نصیب نہ ہوا تھا ڈاکٹر کے مطابق انہیں ہارٹ اٹیک ہوا تھا، ان لوگوں پہ تو گویا قیامت ٹوٹ پڑی تھی، پپا کے لئے روتے کرلاتے وہ دونوں ماں بیٹی یہ نہ جانتی تھیں کہ ابھی تو مزید امتحان ان کے منتظر تھے، مہرین چند دنوں کے لئے آئی تھی ماں بہن کو تسلیوں سے نواز کر وہ پھر سے کینیڈا رخصت ہو گئی پپا کو دنیا سے دو ماہ بھی ہوئے تھے کہ جب زین بھیا اور مما کے درمیان زبردست جھگڑا اس وجہ سے ہوا کہ زین بھیا کو آفس میں آنے والی اپنی نئی سیکرٹری کچھ اتنی پسند آ گئی تھی کہ وہ اسے بیوی بنانے پہ تل گئے تھے جبکہ مما نے صاف انکار کر دیا تھا یہ کہتے ہوئے کہ وہ اس دو ٹکے کی لڑکی کو کبھی بھی اپنی بہو نہیں بنائیں گی، دونوں ماں بیٹے کے درمیان اس جنگ کا خاتمہ اس دن ہوا جس دن حسن بھیا واپسی پہ اپنی دلہن کو لے کر آ گئے تھے مما ساکت سی کھڑی تھیں، اس نے خوفزدہ ہو کر مما کی طرف دیکھا تھا یہ سوچتے ہوئے کہ اب گھر میں ایک ہنگامہ یقینی تھا مگر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب مما نے مسکراتے ہوئے آگے بڑھ کر نئی دلہن

کا استقبال کیا تھا اسے گلے سے لگاتے پیار کرتے ان کی آنکھوں کا خالی پن زین بھیا کو نظر آیا ہو یا نہ اس نے بہت شدت سے محسوس کیا تھا اور اسے بہت تکلیف ہوئی تھی وہ جیسی بھی تھیں، مطلب پرست تھیں، خودغرض اور مادہ پرست تھیں مگر اس کی ماں تھیں ان کی بے بسی پہ اسے تکلیف محسوس ہو رہی تھی، مگر ان دونوں کی تکلیف صرف یہاں تک ہی محدود نہ رہی تھی کیونکہ مما نے زین بھیا کی دلہن کو دل پہ جبر کر کے ہی سہی تسلیم کر لیا تھا، یہ سوچتے وہ اسے گھر سے نہیں نکال سکتی تھیں مگر دلہن کو ان ماں بیٹی کا وجود چند ماہ میں ہی کھٹکنے لگا تھا اور اتنا کھٹکنے لگا کہ زین بھیا بیوی کے ساتھ الگ گھر میں شفٹ ہو گئے، مما خاموشی سے انہیں جاتا دیکھتی رہی، اس کے بعد زین بھیا کا چہرہ ان کو شروع میں دنوں پھر ہفتوں اور بعد میں مہینوں بعد نظر آنے لگا تھا، وہ حیران ہوتی جب مہینوں بعد زین بھیا مما سے ملنے آتے تو وہ شکایت کا اک حرف بھی زبان پہ نہ لاتی تھیں اور پھر زین بھیا کی آمد کا یہ سلسلہ بھی جلد ہی ختم ہو گیا جب وہ یہاں سے سارا بزنس سمیٹ کر جرمنی سیٹل ہو گئے، گاؤں سے کبھی چچا ان لوگوں سے ملنے آ جاتے تھے، اب کی بار چچا آئے تو دادی بھی ان کے ساتھ تھیں مما نے دادی کو روک لیا تھا، دادی رک بھی گئی تھیں یہ شکایت کیے بغیر کہ کبھی تو انہیں دادی کا وجود سب سے زیادہ کھٹکتا تھا۔

مما کا زیادہ وقت اب عبادت میں گزرنے لگا تھا وہ گھنٹوں جائے نماز پہ بیٹھی رب سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتی رہتیں، ان کی صحت دن بدن گرتی جا رہی تھی، شوگر بھی اب اکثر ہائی رہنے لگی تھی شوگر کنٹرول ہوتی تو بلڈ پریشر ہائی ہونے لگتا اکلوتے بیٹے کی جدائی کا روگ انہیں اندر ہی اندر کھائے جا رہا تھا، مہرین فون پہ انہیں تسلی دیتی تو وہ پھیکا سا مسکرا دیتیں کہ یہ تو ان کو خدا کی طرف سے سزا ملی تھی۔

کہ وہ بیٹا جسے ایک دن نہ دیکھتی تو بری حالت ہو جاتی اب اس کی شکل زندگی میں نظر آنی تھی یا نہیں انہیں خبر نہ تھی لیکن وہ یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ یہ سزا انہیں دادی کا دل دکھانے کی وجہ سے ملی تھی دادی کا بیٹا تو پھر بھی ان سے دور آ بسنے کے بعد بھی ان سے ملنے ضرور جاتا تھا چاہے مہینے میں ایک بار ہی سہی مگر ان کا بیٹا تو مہینوں مہینوں فون بھی نہ کرتا تھا، اس دن دادی نماز پڑھ رہی تھیں جب مما نے ان کے پاؤں پکڑتے روتے ہوئے معافی مانگی تھی۔

"مجھے معاف کر دیں اماں، خدا کے لئے معاف کر دیں آپ کے ساتھ کی گئی زیادتیاں مجھے کسی پل چین نہیں لینے دیتی میں آپ کا بیٹا چھین کے لے آئی تھی تو دیکھیں آج میرا اکلوتا بیٹا مجھے کس طرح چھوڑ کے جا چکا ہے مجھے معاف کر دیں آپ کی معافی سے مجھے تھوڑا سکون مل جائے گا، کیونکہ میرے پاس کچھ بھی نہیں رہا اماں، نہ شوہر، نہ بیٹا اور نہ سکون، مجھے تھوڑا سا سکون دے دیں۔" مما نے دادی کے ہاتھ تھامتے التجا کی تھی، تو دادی بھی مما کو ساتھ لگائے رو دی تھیں۔

"میں نے تو کبھی بھی تمہیں بد دعا نہیں دی تھی بہو، کیونکہ تجھ سے تو میرے بیٹے کی خوشیاں وابستہ تھیں پھر بھلا میں تجھے بد دعا کیسے دیتی حالانکہ تیری غلط باتوں پہ اختلاف ضرور کرتی تھی مگر بد دعا کبھی نہیں دی۔"

اماں اور دادی دونوں ایک دوسرے کو گلے لگائے روتے جا رہی تھیں اور دروازے پہ کھڑی زرین منصور احمد نے دل میں سوچا تھا کہ واقعی یہ دنیا مکافات عمل ہے۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دادی کچھ دنوں کے لئے گاؤں گئی تھیں، حسن کی شادی کی ڈیٹ فکس ہونی تھی اس لئے چچا آ کر ان کو لے گئے تھے، یہ کہتے ہوئے کہ اب حسن کی شادی تک دادی وہاں ہی رہیں گی مگر اگلے اتوار کو ہی دادی واپس آ گئی تھیں حسن ان کو گیٹ پہ اتار گیا تھا آج کل اس کی ہاؤس جاب چل رہی تھی وہ ہاسپٹل سے لوٹی تو سامنے دادی کو دیکھ کر حیران ہوئی تھی کہ وہ تو شادی تک وہاں رکنے والی تھیں پھر واپس اتنی جلدی کیسے آ گئیں۔

ان سب سوچوں کے باوجود ایسے دادی کے واپس آ جانے کی بہت خوشی ہوی تھی کیونکہ چند دنوں میں رمضان شروع ہونے والا تھا مما تو شوگر کی وجہ سے روزہ نہ رکھتیں تھیں ان سے رکھا ہی نہ جاتا تھا دادی کے واپس آنے پہ زرین نے شکر کیا تھا کہ دادی کی موجودگی میں سحر افطار پہ کچھ تو رونق رہتی مگر اس نے ایک بات خوب کی تھی کہ دادی جب سے گاؤں سے ہو کر آئی تھیں کچھ چپ چپ سی تھیں، اس نے پوچھا تو یہ کہتے ہوئے ٹال گئی تھیں کہ بس یونہی آج کل طبیعت کچھ ٹھیک نہیں رہتی۔

اس نے زیادہ کریدنا مناسب نہ سمجھا تھا مگر نجانے کیوں اسے لگتا تھا جیسے وہاں گاؤں میں ضرور کچھ ایسا ہوا ہے جو ان کی پریشانی کا باعث ہے ایک دو بار اس نے مما اور دادی کو سر جوڑے آہستہ آواز میں باتیں کرتے بھی سنا تھا مگر اس کے قریب آنے پہ وہ فوراً خاموش ہو جاتیں تھیں۔

رمضان شروع ہوا تو اس کا ہاسپٹل سے آنے کے بعد اس کا سارا وقت عبادت میں گزرتا، دادی رات کو دیر تک جاگ کر عبادت کرتیں تو وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاتی صبح سحری میں بھی وہ کافی جلد اٹھ جاتی تھی سحری کا انتظام تو کنیز ہی کرتی وہ اور دادی اتنی دیر میں نوافل ادا کر لیتیں سحری کے بعد وہ دونوں تلاوت قرآن کے بعد سوتیں تو پھر ظہر کی نماز سے کچھ پہلے ہی اٹھتیں کیونکہ رات دیر تک جاگنے اور صبح جلد اٹھنے سے نیند پوری نہ ہو پاتی تھی، سو ظہر تک سوتی تھیں زندگی میں ایک بار پھر کچھ سکون سا محسوس ہونے لگا تھا اسے، مگر اس کا سارا سکون اس وقت غارت ہو گیا تھا جب ایک بار پھر چچا اور چچی اس کے لئے حسن ابراہیم کا رشتہ لے کر آئے تھے چچی کی بھانجی نے شادی کی ڈیٹ فکس ہونے کا سن کر زہریلی دوا کھا کر خودکشی کی کوشش کی تھی کیونکہ وہ حسن ابراہیم کے بجائے اپنے چچا زاد سے شادی کرنا چاہتی تھی اس کے والدین نے زبردستی اس کا رشتہ حسن سے طے کر دیا تھا کیونکہ وہ دوسرا لڑکا کم پڑھا لکھا ہی نہیں بلکہ آوارہ اور نکما بھی تھا اور اب بیٹی کی خودکشی والی حرکت کے بعد وہ اس کی شادی اسی لڑکے کے ساتھ کرنے پہ مجبور ہو گئے تھے، انہوں نے ہاتھ جوڑ کر روتے ہوئے چچا جان سے معافی مانگی تھی چچا جان کو غصہ تو بہت تھا کہ اب جب شادی کی ڈیٹ فکس ہونے والی تھی اس رشتے کے ختم ہونے سے بے عزتی تو ان کی اور ان کے بیٹے کی بھی کم نہ تھی مگر ان لوگوں کی مجبوری و بے بسی انہیں کچھ بھی کہنے سے روک گئی تھی وہ ان لوگوں سے کچھ بھی کہے بغیر خاموشی سے واپس لوٹ آئے تھے انہوں نے اس دن رات کو بیوی پہ واضح کر دیا تھا کہ اب وہ حسن کی شادی اپنی بھتیجی سے کریں گے کیونکہ ایک بار پھر سے پرانی خواہش ان کے اندر سر اٹھانے لگی تھی پھر جب انہوں نے اس بات کا ذکر بیٹے سے کیا تھا تو اس کی نظریں خود بخود ہی ماں کے چہرے پہ جا ٹھہری تھیں جہاں آج ابا کی بات پہ پریشانی کی بجائے سکون ہی سکون نظر آ رہا تھا تبھی تو وہ یہ کہتا ہوا وہاں سے اٹھ گیا تھا۔

"آپ جو چاہتے ہیں وہ کریں ابا لیکن اماں سے ضرور پوچھ لیجئے گا کیونکہ میں نے پہلے بھی ان کے فیصلے کو اہم سمجھا تھا اور آج بھی وہ جہاں چاہیں گی جس لڑکی سے چاہیں گی شادی کر لوں گا۔" اس کی بات سن کر ابا کی بھی سوالیہ نگاہیں خدیجہ چچی پہ جا ٹھہری تھیں جنہوں نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا انہیں کوئی اعتراض نہ تھا پہلے وہ زرین کے رشتے سے انکاری صرف صالحہ احمد کی وجہ سے تھیں مگر وقت اور حالات نے صالحہ احمد کو بہت بدل دیا تھا وہ تو خود اپنے اکلوتے بیٹے کی جدائی کا دکھ سہہ رہی تھی انہیں پورا یقین تھا کہ اب وہ ان سے ان کا بیٹا چھیننے کی کوشش نہیں کرے گی اس لئے وہ شوہر کے ساتھ زرین کا ہاتھ مانگنے چلی آئی تھیں اور صالحہ احمد کو اور کیا چاہیے تھا، ان کی تو دیرینہ خواہش پوری ہو رہی تھی انہوں نے جھٹ ہاں کہہ دی تھی یہ جانے بغیر کہ دروازے کے باہر کھڑی زرین منصور احمد انگاروں پہ لوٹ رہی تھی، چچا اور چچی اس رات ادھر ہی ٹھہر گئے تھے، اسے مما سے بات کرنے کا بالکل بھی موقع نہ ملا تھا کیونکہ مما سارا وقت ان لوگوں کے ساتھ ہی رہیں، رات کے کھانے کے بعد چچا جان نے نہ صرف اس کو حسن ابراہیم کے نام کی انگوٹھی پہنائی تھی بلکہ ساتھ ہی یہ اعلان بھی کر دیا تھا کہ عید سے ایک دن پہلے یعنی چاند رات کو ان دونوں کا نکاح کر دیا جائے گا اور عید کے دن ان دونوں کا ولیمہ وہ بہت دھوم دھام سے گاؤں میں کریں گے، یہ سب طے کرتے انہوں نے ایک بار بھی اپنی بھتیجی بھتیجی کے چہرے کے اڑتے رنگوں کو نہ دیکھا تھا مگر اس کے چہرے کے تنے نقوش مما کو اندر ہی اندر خائف کر رہے تھے لیکن فی الحال ان کے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ اس نے سر جھکائے فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے حسن کے نام کی انگوٹھی پہن لی تھی، رات کو جب سب سونے کے لئے چلے گئے تو وہ مما کے سامنے پھٹ پڑی تھی۔

"اتنا بڑا فیصلہ آپ مجھ سے پوچھے بغیر کیسے کر سکتی ہیں مما، آپ نے ایک بار بھی پوچھا کہ میں کیا چاہتی ہوں، کیسی ماں ہیں آپ۔" غصے میں بولتے اس کی آواز کافی بلند ہو گئی تھی تو مما نے سرعت سے اٹھ کر کمرے کا ادھ کھلا دروازہ پوری طرح بند کر دیا۔

"آہستہ بولو زرین اگر منصور بھائی یا بھابھی نے سن لیا تو کیا سوچیں گے وہ کہ کیسی تربیت کی ہے میں نے تمہاری اور ویسے بھی تمہیں اعتراض کس بات پہ ہے کیا کمی ہے حسن میں تعلیم یافتہ ہے اعلیٰ عہدے پہ فائز ہے اپنی زمین جائیداد ہے اس کی اور سب سے بڑھ کر اپنا ہے اور کیا چاہیے تمہیں میں نے تو خدا کا لاکھ لاکھ شکر کیا ہے میری تو پہلے بھی خواہش تھی کہ تمہاری شادی حسن سے ہو اور اب جس طرح تمہارے چچا نے اتنے مان سے تمہارا رشتہ مانگا ہے میں تو ان کا وہ مان نہیں توڑ سکی ہاں اگر تمہیں اعتراض ہے تو جاؤ جا کر کہہ دو ان سے کہ تمہیں ان کے بیٹے سے شادی نہیں کرنی۔" مما نے غیض سے اس کی طرف دیکھتے کہا تھا تو وہ بے بسی سے مما کی طرف دیکھ کر رہ گئی تھی، اب وہ کیسے بتاتی ان کو کہ ان کی اس خواہش نے ہی تو اسے حسن ابراہیم کی نظروں میں دو کوڑی کا کر چھوڑا تھا مگر وہ چچا کے سامنے جا کر انکار نہیں کر سکتی تھی، کیا بتاتی ان کو کہ وہ ان کے لائق فائق خوبرو اور آفیسر بیٹے کو کس لئے ریجیکٹ کر رہی ہے خود کو بے بسی کی انتہاؤں پہ محسوس کرتے وہ مما کے بیڈ پہ بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی اسے اس طرح روتے دیکھ کر ایک لمحے کو مما کے دل کو بھی کچھ ہوا تھا مگر وہ اس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کے سامنے کمزور پڑ کر اس کے ارادوں کو شبہ نہیں دے سکتی تھیں بھی تو اس کو روتا چھوڑ کر کمرے سے ہی نکل گئیں۔

☆☆☆

چچا تو اگلے دن صبح سویرے ہی گاؤں کے لئے نکل گئے تھے پر چچی ادھر ہی تھیں کہ انہیں اپنی شہری بہو کے لئے بڑی ادھر سے ہی بنانی تھی مما تو گرمی کی وجہ سے بازاروں کے چکر نہیں لگا سکتی تھیں کہ ان کا بی پی شوٹ کر جاتا تھا سو یہ فریضہ بھی اسے انجام دینا پڑا مگر اس وقت وہ اندر ہی اندر جل کڑھ کر رہ گئی جب چچی نے اسے یہ کہتے تیار ہونے کا کہا تھا۔

''زری بیٹا جلدی سے تیار ہو جاؤ میں نے حسن کو فون کر دیا ہے وہ بس ہمیں لینے آتا ہی ہو گا۔'' چچی کی بات پہ اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا تھا مگر وہ انہیں جواب بھی نہیں دے سکتی تھی اسی لئے جب چچی اٹھ کر چینج کرنے چلی گئیں تو اس نے اپنے برابر بیٹھی مما کی طرف مڑتے کہا تھا۔

''مجھے نہیں جانا مما آپ چلی جائیں چچی کے ساتھ۔'' اور ٹی وی بند کر کے ریموٹ ٹیبل پہ پھینکنے والے انداز میں رکھتے وہ ابھی اٹھی بھی نہ تھی جب مما نے انتہائی غصے میں سختی سے اس کا بازو پکڑ کر جھٹکے سے اسے دوبارہ بیٹھا لیا تھا۔

''میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں زری میرے لئے اور پریشانیاں کری ایٹ مت کرو، ٹھنڈے دل سے سوچو گی تو اندازہ ہو گا کہ ماں کا فیصلہ کتنا درست ہے کیونکہ حسن جیسے رشتے روز روز نہیں ملتے۔'' مما نے اپنے غصے پہ کنٹرول کرتے اسے بہت رسان سے سمجھانا چاہا تھا۔

''مگر مجھے یہ اچھا رشتہ نہیں چاہیے مما۔'' اس نے بہت سکون سے مما کی طرف دیکھتے کہا تھا مگر اس کا سکون مما کو بے سکون ہی نہیں مشتعل بھی کر گیا۔

''دور ہو جاؤ میری نظروں سے، دفعہ ہو جاؤ اور جو جی میں آئے کرو۔'' غصے سے بولتے وہ رو دی تھیں۔

''میرے رب کو تو شاید مجھ پہ ترس آ ہی جائے مگر میری اولاد کو مجھ پہ کبھی ترس نہیں آتا ایک بیوی بچوں سمیت جرمنی جا بیٹھا ہے مہینوں اسے فون کرنے کی فرصت نہیں ملتی دوسری اب کینیڈا کے علاوہ کہیں چار دن نہیں رہتی رہ گئی تم تو جاؤ آج سے میری طرف سے تم بھی آزاد ہو، جو جی میں آئے کرو نہیں کرنا تمہیں یہ شادی نہ کرو میں تمہارے چچا سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ لوں گی۔'' مما کا یوں ایموشنل ہونا اسے ہتھیار ڈالنے پہ مجبور کر گیا تھا جبھی تو مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق چچی کے ساتھ بازار جانے کو مان گئی تھی۔

☆☆☆

ڈرائیونگ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے اِدھر اُدھر دیکھتے وہ اماں کا انتظار کر رہا تھا اسے فون کر کے بلا کر اب جیسے وہ سو گئی تھیں، انتظار کرتے کوفت میں مبتلا ہو کر اس نے ایک بار پھر ہارن دینے کے ساتھ ہی مڑ کر گیٹ کی طرف دیکھا تھا تو نگاہیں گویا وہیں ساکت ہو گئی تھیں اماں کے پیچھے گیٹ سے نکلتی زرین منصور احمد آج بھی ہمیشہ کی طرح حسن ابراہیم کے دل کی دھڑکنوں کو بڑھا گئی تھی آف وائٹ ٹراوزر پہ آف وائٹ اور فیروزی پرنٹڈ شرٹ اور ان ہی دونوں کلرز کا پرنٹڈ شیفون دوپٹہ اپنے گرد اچھی طرح لپیٹے اس کا گلابی چہرہ آج بھی کچھ پل کے لئے اسے ساکت کر گیا تھا، اس کی نگاہیں کچھ پل کو آج بھی اس کے چہرے پہ منجمد ہو گئی تھیں ان دونوں کے گاڑی میں بیٹھنے کے بعد گاڑی کو مین

روڈ پہ لانے سے پہلے وہ بیک مرر کو اس زاویے پہ سیٹ کر چکا تھا جہاں سے پچھلی سیٹ پہ بیٹھی زرین منصور احمد کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا، اس کی اس حرکت پہ زرین نہ صرف غصے سے پہلو بدل کر رہ گئی تھی بلکہ قہر بری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا بھی تھا اور بیک مرر سے ہی اسے قہر بار نظروں سے اپنی جانب دیکھتے پا کر ہی وہ تھوڑا پیچھے کو مڑتے مسکراتی نگاہوں سے بولا تھا۔

''کیا حال ہیں کزن۔''

''ٹھیک ہوں۔'' یہ کہتے زرین فوراً نظروں کا زاویہ بدل کر باہر دیکھنے لگی تھی۔

چچی کے سامنے اس کا اپنے ساتھ یوں بے تکلف ہونا اسے مزید کنفیوز کر گیا تھا گاڑی میں اے سی کی موجودگی کے باوجود اس کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگنے لگی تھیں اس کے بعد لبرٹی میں شاپنگ کرتے بھی سارا وقت وہ دو لائٹ براؤن آنکھوں کے حصار میں رہی تھی اور خود کو دل میں اس بات کے لئے کوستے کہ وہ کیوں مما کی ایموشنل بلیک میلنگ میں آ کر چچی کے ساتھ آ گئی تھی وہ ہی دل میں خود سے عہد کر رہی تھی کہ آئندہ چچی کے ساتھ نہیں آنا اور اس نے ایسا ہی کیا تھا خرابی طبیعت کا بہانہ بنا کر وہ انکار کر گئی تو مجبوراً مما کو چچی کے ساتھ جانا پڑا کیونکہ چچی کے بقول انہیں زرین کی پسند کا بالکل بھی اندازہ نہ تھا، ساری شاپنگ مکمل کر کے چچی گاؤں چلی گئیں تو مما اس کے سر ہو گئیں کہ وہ میکے کی طرف سے بھی کچھ جوڑے خریدے چچا نے جہیز کے نام پہ کوئی بھی چیز لینے سے سختی سے منع کر دیا تھا مگر پھر بھی مما چاہتی تھیں کہ اور نہیں تو وہ اپنے لئے چند جوڑے اور زیور تو لے لے، مگر اس نے یہ کہتے انکار کر دیا۔

''بہت گرمی ہے مما اور روزے کے ساتھ شاپنگ نہیں ہوتی۔'' اس کے پاس ہمیشہ کی طرح بہانہ تیار تھا تو تنگ آ کر مما نے خود ہی جا کر اس کے لئے شاپنگ کر لی، وقت پر لگا کر اڑ رہا تھا جوں جوں عہد قریب آ رہی تھی زرین کی پریشانیوں میں اضافہ ہو رہا تھا وہ کیسے رہ پائے گی ایک ایسے شخص کے ساتھ جس کے ہاتھوں وہ اتنا ذلیل ہو چکی تھی اس کے وہ الفاظ تو آج تک نہ نکلے تھے ذہن سے تو ایسے میں وہ اس کے ساتھ زندگی گزارنے سے خائف تھی اور پھر وہ دن بھی آ پہنچا جب اس نے برستی آنکھوں کے ساتھ اپنا آپ حسن ابراہیم کر نام کر دیا، مہرین نے فون پہ اسے مبارکباد دی تھی مگر بھائی نے تو فون کرنے کی زحمت بھی گوارا نہ کی تھی اور یہ بات اسے اور زیادہ رلا رہی تھی، نکاح کے فوراً بعد ہی وہ لوگ گاؤں کے لئے نکل گئے تھے، دادی اور چچا نے مما کو بھی یہ کہتے ساتھ ہی لے لیا تھا کہ وہ صرف ان کی بیٹی کا سسرال ہی نہیں بلکہ ان کا سسرال بھی، دادی کے بقول ان کا بھی وہاں اتنا ہی حق تھا جتنا خدیجہ چچی کا دادی کے اتنا مان سے کہنے پہ صالحہ احمد انکار نہ کر سکی تھی اس لئے گھر کو لاک کر کے چپ چاپ ان کے ساتھ ہو لی تھیں۔

وہ لوگ کافی رات گئے وہاں پہنچے تھے، تھکن کے باوجود چچی نے ساری رسمیں کی تھیں کمرے تک آتے آتے وہ تھکن سے چور ہو چکی تھی اسے حسن ابراہیم کے انتظار میں بیٹھنے کا کوئی شوق نہ تھا اس لئے کمرہ خالی ہوتے ہی چینج کرنے کے ارادے سے اٹھی ہی تھی کہ حسن کو کمرے میں داخل ہوتا دیکھ کر دوبارہ سے بیڈ پہ بیٹھ گئی وہ چلتا ہوا آ کر اس کے سامنے بیٹھ چکا تھا۔

''آئی نو کہ تم مجھ سے بہت ناراض ہو اور ہونا بھی چاہیے، تمہاری جگہ کوئی بھی لڑکی ہوتی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

اس کا یہی ردعمل ہوتا، کیونکہ جو کچھ میں نے تمہارے ساتھ کیا وہ سب نہیں کرنا چاہیے تھا وہ سب نہیں کہنا چاہیے تھا مگر زری۔" اس نے ایک پل کو رک کر اس کا ہاتھ تھاما جسے اس نے ایک جھٹکے سے یوں چھڑا رہا تھا جیسے کرنٹ ہوگیا ہو اور حسن ابراہیم پھیکا سا مسکراتے ہوئے مزید بولا تھا۔

"تم اندازہ نہیں کرسکتی کہ میں نے کتنا مجبور ہوکر دل پہ کتنا جبر کرکے تم سے وہ سب کہا تھا۔" اور پھر وہ اس کے سامنے بیٹھا آہستہ آہستہ وہ سب بتاتا چلا گیا کہ کیسے اپنی ماں کی محبت کے ہاتھوں مجبور ہوکر اس نے اپنی محبت کا گلا گھونٹ دیا تھا، وہ اپنی ماں کے اس وہم کا کیا کرتا کہ صالحہ احمد کی بیٹی ان سے ان کا اکلوتا بیٹا چھین کر لے جائے اور ان کا یہ وہم اس وقت اور بڑھ جاتا جب زرین منصور احمد کو دیکھنے کے بعد ان کے بیٹے کی آنکھوں کی چمک کچھ اور بڑھ جاتی تھی اور اس چیز نے کیسے اماں کو زرین سے مزید متنفر کر دیا، وہ جب بھی گاؤں آتی اماں کو لگتا کہ وہ ان کے بیٹے کو پھانسنے کے لئے آئی ہے، مگر حسن ابراہیم کو تو اس کی محبت کے خالص پن کا پورا یقین تھا، مگر وہ ماں کے دل کا کیا کرتا اس کے خوف کا کیا کرتا اور پھر ماں کے آنسو ان کا خوف اسے زرین منصور احمد سے دستبردار ہونے پہ مجبور کر گیا، ابا کی وجہ سے وہ زرین کے رشتے سے انکار بھی نہیں کرسکتا تھا اور ماں کی وجہ اسے اپنا بھی نہیں سکتا، اماں اسے طعنے دیتی کہ زرین سے رشتہ صرف باپ کی خواہش پہ ہی نہیں بلکہ بیٹے کی خواہش پہ بھی طے ہو رہا ہے، وہ جب بھی گاؤں آتی تھی، اماں دادی اور ابا کے ڈر سے اسے تو کچھ کہہ نہیں سکتی تھی مگر حسن ابراہیم کا جینا حرام ہو جاتا وہ اسے ایسی ایسی باتیں سناتیں کہ اس کا خون کھول کے رہ جاتا اور اماں کی ایسی باتوں نے ہی اس دن بھی اس کا مزاج اتنا برہم کر دیا اسے اتنا مجبور کر دیا تھا کہ غصے کی آگ میں جلتے وہ زرین سے وہ سب کہہ گیا تھا کہ آج زرین احمد کے دل میں اس کے جذبات پہلے کی نسبت بالکل مختلف تھے۔

"یہ تمہارا رونمائی کا تحفہ اور یہ میری ڈائری اگر ہوسکے تو اسے پڑھ لینا ہوسکتا اسے پڑھ کر ہی تمہیں میرے لفظوں پہ کچھ یقین آجائے۔" اپنے دل کا حال کہہ چکنے کے باوجود زرین کی آنکھوں میں لہراتے نفرت کے رنگوں کو دیکھتے ہوئے اسے بہت دکھ ہوا تھا، تبھی اٹھ کر الماری سے ڈائری نکالی تھی اور رونمائی کے کنگن اور ڈائری اس کے سامنے رکھ کر باہر نکل گیا تھا۔

☆☆☆

اگلے دن عید بھی تھی اور ان کا ولیمہ بھی چچا جان نے تقریباً سارے گاؤں کو ہی مدعو کیا تھا، باہر گلی میں دیگیں پک رہی تھیں، بڑے سے صحن کو ٹینٹ لگا کر دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا ایک حصہ مردوں کے لئے اور ایک عورتوں کے لئے، عورتوں کے حصے میں دلہا دلہن کے لئے سٹیج بنا کر زبردست طریقے سے سجایا گیا تھا، سٹیج پہ وہ دلہن بنی بیٹھی تھی لائٹ پنک سلور کام کے لہنگے میں وہ کوئی پری دکھ رہی تھی، مما خواتین کے ساتھ باتوں میں مگن تھوڑی تھوڑی دیر بعد سٹیج کی جانب دیکھ لیتی تھیں وہ بہت خوش تھیں دادی نے صبح اٹھتے ہی بکرا منگوا کر اس کا صدقہ دیا تھا، چچا جب بھی کسی کام سے اندر آتے سٹیج پہ دلہن بنی زرین کو دیکھ کر ان کا دل خوشگوار احساسات میں گھر جاتا، ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا اس کی تو دیرینہ خواہش پوری ہوئی تھی۔

اور وہ سٹیج پہ بیٹھی سارے صحن میں نظریں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY
CamScanner

دوڑاتے اس چہرے کو تلاش کر رہی تھی جسے اس نے رات کے بعد سے نہ دیکھا تھا، نہ جانے وہ کہاں تھا اس وقت بھی اس کی نظریں اسے ہی تلاش کر رہی تھیں جب کوئی اس کے برابر آ کر بیٹھا تھا اس نے جھٹ سے گردن موڑ کر دیکھا تھا۔

''نئی نویلی دلہنیں نظریں جھکا کر رکھتی ہیں اس لئے بیگم آپ بھی اپنی نظروں کو تھوڑا کنٹرول رکھیں ورنہ یہ گاؤں کے بیچارے سیدھے سادھے لوگ یہ کہیں گے کہ حسن کی شہری دوہتی کتنی بے شرم ہے کس طرح اپنے دولہے کو دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی ہے۔'' زرین کو اپنی طرف دیکھتے پا کر وہ شرارت سے گویا ہوا تھا تو اس بات پہ وہ سٹپٹا کر فوراً نگاہیں جھکا گئی تھی اور اس کے انداز پہ حسن ابراہیم کے چہرے کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی تھی، کیونکہ اسے سامنے دیکھ کر زرین منصور احمد کے گالوں کی بڑھتی لالی اسے یہ سمجھانے کو کافی تھی کہ اس کے دل کی دنیا آج ایک بار پھر سے پرانی لے پہ آ چکی تھی اس نے ہاتھ بڑھا کر زرین کا گود میں رکھا ہاتھ تھام لیا تھا مگر اتنے لوگوں کی موجودگی سے زرین نے جھٹ سے اپنا ہاتھ کھینچا تھا مگر گرفت مضبوط تھی۔

''اب میں اس ہاتھ کو ہمیشہ کے لئے تھام چکا ہوں ڈیئر کزن کبھی نہ چھوڑنے کے لئے۔'' حسن نے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی تھی اور اس کی بات پہ زرین کے جھکے چہرے پہ بھی مسکراہٹ آن ٹھہری تھی اور ان دونوں کو مسکراتے دیکھ کر مما کی آنکھیں خوشی سے بھیگنے لگی تھی، انہوں نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ وہ دونوں ہمیشہ اسی طرح مسکراتے رہیں۔

وہ ابھی ان دونوں کو نظروں کے حصار میں لئے ہوئے تھیں جب چچی جان سٹیج پہ آئی تھیں انہوں نے بیٹے اور بہو کو پیار کرنے کے بعد ان کے سروں پہ روپے وار کر مانگنے والی کو دیے تھے اور انہیں ایسا کرتے دیکھ کر مما کو زین منصور احمد شدت سے یاد آیا تھا، مگر فوراً ہی اپنی آنکھوں کے بھیگتے گوشے صاف کرتے انہوں نے یہ دعا کی تھی کہ وہ جہاں بھی رہے خوش رہے کیونکہ اس کے بغیر رہنا ان کی سزا تھی یہ سزا انہیں مرتے دم تک جھیلنا تھی شاید۔

بیٹے کی یاد نے آج ایک بار پھر سے ان کی آنکھوں کو بھگو دیا تھا آنکھیں صاف کر کے انہوں نے ایک بار پھر سٹیج کی سمت دیکھا تھا اور پتھر کی ہو گئی تھیں، کیونکہ سامنے ہی تو زین منصور احمد، حسن کے گلے ملنے کے بعد اب بہن کو گلے سے لگا کر پیار کر رہا تھا۔

''یہ کیا مجھے دن میں بھی خواب دکھائی دینے لگے ہیں۔'' انہوں نے آنکھوں کو رگڑتے پھر سے سامنے دیکھا تھا جہاں اب وہ زرین کے ساتھ بیٹھا کسی بات پہ مسکرا رہا تھا بات کرتے کرتے اس کی نظر سامنے گئی تھی تو مسکراہٹ ایک پل کو غائب ہوئی تھی اگلے پل وہ خود پہ کنٹرول کرتا اسی طرح مسکراتے ہوئے اٹھا تھا اور چلتا ہوا ان کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا، اس کے قریب آنے پہ مما نے اسے چھو کر محسوس کیا تھا، خواب نہیں وہ حقیقت بن کر ان کے سامنے کھڑا تھا۔

''ان سے ملو سعد یہ میری پیاری مما جان اور آپ کی دادو ہیں۔'' اس نے اپنے تین سال کے بیٹے کو مما سے ملواتے خوشگوار لہجے میں کہا تھا۔

تو مما کی نظر اس کے پہلو میں کھڑے اپنے تین سالہ پوتے پہ گئی تھی جو باپ کے کہنے پہ ان کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا رہا تھا اپنی آنکھوں کی نمی صاف کرتے انہوں نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے گلے سے لگا کر چٹا چٹ چوم ڈالا تھا۔

''افشاں کہاں ہے وہ نہیں آئی۔'' انہوں نے بیٹے کی طرف دیکھتے پوچھا تھا تو ان کی بات پہ اس کے چہرے کا رنگ ایک پل کو زرد ہوا تھا، وہ انہیں کیسے بتاتا کہ جرمنی جانے کے ایک سال بعد ہی افشاں چند ماہ کے سعد کو اس کے حوالے کر کے طلاق لے کر جا چکی تھی کیونکہ وہاں اسے ایک کروڑ پتی جرمن بڈھا مل گیا تھا اور یہ تو ہونا ہی تھا ماں کا دل دکھا کر وہ کیسے خوش رہ سکتا تھا، مگر اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ ان کو یہ سب بتاتا، تبھی تو ان کے پوچھنے پہ کافی سرد لہجے میں بولا تھا۔

''نہیں اور آئے گی بھی نہیں۔'' اس کے جواب پہ مما نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا جواب بیٹھ کر اپنے بیٹے کے کوٹ کی ٹائی درست کر رہا تھا۔

''مگر کیوں؟'' مما نے کافی حیران ہو کر پوچھا تھا۔

ان کی بات پہ زین منصور احمد جو گھاس پہ گھٹنوں کے بل بیٹھا اب سعد کے بکھرے بال کو ہاتھ سے درست کر رہا تھا نے نظر اٹھا کر ایک لمحے کو ماں کے متفکر چہرے کو دیکھا تھا اور دوسرے پل نظروں کو واپس سعد کے سمت لاتے اسی مصروف سے انداز میں بولا تھا۔

''سعد کی پیدائش پہ ہی افشاں کی ڈیتھ ہو گئی تھی مما۔'' اس نے مما کی آنکھوں میں مچلتے سوالوں کا جان لیا تھا تبھی آہستہ سے ایک بار پھر سے کیا تھا اور یہ سب ہی اس نے اپنے بیٹے کو بھی بتایا تھا، کہ اس کی ماں اسے پیدا کرتے ہی مر گئی تھی وہ اسے یا کسی اور کو یہ کیسے بتاتا کہ جس عورت کو اس نے ماں کی مخالفت مول لے کر ماں کی ناراضی کی پرواہ کیے بغیر اپنی زندگی میں شامل کیا تھا وہ عورت پیسے کے لئے اسے چھوڑ گئی تھی اس میں ہمت نہ تھی یہ سب بتانے کی، ان کی آنکھیں افشاں کی موت کو سن کر برس پڑی تھیں وہ جیسی بھی تھی ان کی بہو تھی ان کے بیٹے کی بیوی ان کے پوتے کی ماں، انہیں بہت دکھ ہوا تھا اور زین اپنی روتی ہوئی ماں کو دیکھ کر ایک بار پھر یہی سوچ رہا تھا کہ ماں کو رولا کر وہ کیسے خوش رہ پاتا۔

مگر اس نے سوچ لیا تھا کہ اب وہ اپنی ماں کو چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گا بھی تو عید کے چوتھے دن ان کو لے کر لاہور اپنے گھر واپس آ گیا تھا اور ان لوگوں کے ساتھ زرین بھی آ رہی تھی کہ یہ رسم تھی تو انہیں رخصت کرتے دادی بہت خوش اور مطمئن تھی کیونکہ وہ جانتی تھی یہ دوری دلوں کی دوری نہ تھی۔

''دادی آپ اب ہمارے ساتھ رہیں گی۔'' زین نے ان کو لا کر گاڑی میں بیٹھا دیا تھا اور وہ مسکراتی ہوئی پوتے کو انکار نہ کر سکی تھی۔

''یار مجھے تو کوئی بھی ساتھ چلنے کو نہیں کہہ رہا تم ہی کہہ دو۔'' حسن ابراہیم نے زرین کے قریب کھڑے ہو کر آہستہ سے کہا تھا۔

''کیونکہ جناب آپ کو چھٹی نہیں ملی اور آج سے آپ نے پھر سے ڈیوٹی جوائن کرنی ہے اس لئے اچھے بچوں کی طرح تیار ہو کر جاب پہ جایئے شاباش ہری اپ۔'' وہ اسے چڑاتی مسکراتی گاڑی میں بیٹھ گئی تھی تو اس کی بات پہ حسن ابراہیم بھی مسکرا دیا تھا، گزری عید تو اس کی زندگی کی ساری کھوئی خوشیاں لوٹا گئی تھی۔

☆☆☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY